

- دو ہاتھ سے مصافحہ
- سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا
- نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا
- نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ
- رفع یدین نہ کرنا
- زیر ناف ہاتھ باندھنا
- آہستہ آمین کہنا
- سجدہ میں جانے کا طریقہ
- جلسہ استراحت سنت ہے یا نہیں؟
- سجدہ میں زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنا سنت ہے
- التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ
- امام کے پیچھے قرآت نہ کرنا

شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا
منیر احمد منور دامت برکاتہم
امیر اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان



فہرست



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ :

بات چیت دینی مسئلہ میں ہو یا دنیوی مسئلہ میں، اگر با اصول ہو تو مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے اور اگر بے اصول ہو تو غیر مفید، بے نتیجہ اور ضیاع وقت۔ اس لئے اہل السنّت والجماعت اور غیر مقلدین کے درمیان نزاعی مسئلہ پر گفتگو کرنے سے قبل مناسب ہے کہ فریقین کے مسلمہ اصول تحریر کر دیے جائیں تاکہ جب بھی اہل السنّت والجماعت اور غیر مقلدین کسی نزاعی مسئلہ پر زبانی یا تحریری بات چیت کریں تو ہر فریق اپنے ان اصولوں کی پابندی کرے اور ان اصولوں میں رہ کر گفتگو کرے۔

غیر مقلدین کے تین اصول:

1- غیر مقلدین کے نزدیک شرعی دلیلیں صرف دو ہیں:

ا: قرآن ۲: حدیث

تیسری کوئی دلیل نہیں ان کا دعویٰ ہے: ''اہل حدیث کے دو اصول۔ فرمان خدا فرمان رسول۔'' غیر مقلدین حضرات کے پیشوا مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں:

''برادران! آپ کے دو ہاتھ ہیں اور ان دونوں میں دو چیزیں شریعت نے دی ہیں ایک میں کلام اللہ اور دوسرے میں کلام رسول اللہ...... اب نہ تیسرا ہاتھ ہے نہ تیسری چیز۔''

2- غیر مقلدین کے نزدیک نبی ہو یا امتی کسی کی رائے و قیاس حجت و معتبر نہیں غیر مقلدین کے پیشوا جناب مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں:

''سنیے جناب! بزرگوں کی مجتہدوں کی اور اماموں کی رائے، قیاس، اجتہاد و استنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ حجت نہیں۔''

(طریق محمدی؛ ص 57 طبع لاہور)

اور غیر مقلد عالم محمد ابوالحسن صاحب لکھتے ہیں:

''قیاس نہ کیا کرو! کیونکہ سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا۔''

(الظفر المبین؛ ص14)

3- غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے۔ غیر مقلدین کے عظیم محقق مولانا محمد ابوالحسن لکھتے ہیں:

''اوراس بات میں کچھ شک نہیں کہ تقلید خواہ آئمہ اربعہ میں سے کسی کی ہوخواہ ان کے سوا کسی اور کی، شرک ہے۔''

(الظفر المبین ؛ص 20)

نیز غیر مقلدین حضرات کے پیشوا مولانا محمد جونا گڑھی سوال وجواب کے عنوان سے ایک مسئلہ لکھتے ہیں: ملاحظہ کیجیے!

سوال 40: کیا یہ صحیح ہے کہ جس وہابی (غیر مقلد) کا باپ حنفی ہوکر مرا وہ یہ دعا نہ پڑھے رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ .

جواب: مشرکین کے لیے دعا مغفرت ناجائز ہے۔

(سراج محمدی ؛ص 47 طبع لاہور)

اوراسی سراج محمدی کے ص 12 پر نمایاں سرخی قائم کی ہے: ''تقلید شرک ہے۔'' غیر مقلد محقق مولانا محمد ابوالحسن صاحب تقلید کی تعریف یوں لکھتے ہیں: ''تقلید کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل کے کسی کے حکم کو مان لینا اور یہ دریافت نہ کرنا کہ یہ حکم خدا اوراس کے پیغمبر کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔''

(الظفر المبین ؛ص 15)

فائدہ نمبر 1: چونکہ غیر مقلدین حضرات اپنے ان مذکورہ بالا تینوں اصولوں کا برملا اعلان واظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ان اصولوں کا ثابت کرنے کے لیے کتب غیر مقلدین کے حوالہ جات کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ تاہم اپنی بات کو پختہ کرنے کے لیے ہم نے بطور مشتے نمونہ از خروارے۔ ان کی چند معتبر کتابوں کے حوالے تحریر کردیے ہیں۔

29 مارچ 1937ء کو غیر مقلدین حضرات نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقد کی جس میں مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی نے اہل حدیث کی علمی خدمات پر مشتمل ایک تفصیلی مقالہ پیش کیا جو پہلے ہندوستان میں پھر بعد از تقسیم پاکستان میں ''ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات'' کے نام سے خود اہل حدیث حضرات نے شائع کیا۔

اس کتاب میں جن کتب کی فہرست پیش کی گئی ہے وہ ان کی معتبر جماعتی کتب ہیں اور جماعتی عقائد ومسائل کی حامل ہیں ورنہ یہ حضرات ان کتابوں کو اہل حدیث کی علمی خدمات میں شمار نہ کرتے ہم نے جن کتب کا اوپر حوالہ دیا ہے۔ ان میں سے الظفر المبین کا ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات کے ص 60 پر اور طریق محمدی کا ص 72 اور سراج محمدی کا ص 69 پر اندراج ہے۔

فائدہ نمبر 2: چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتی کی تقلید شرک ہے اور قیاس کرنا شیطان کا کام ہے لہذا غیر مقلدین حضرات اپنے ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے راویوں کی بحث میں حدیث کے ضعف وصحت میں، حدیث کی وضاحت وتشریح میں کسی امتی کا قول اور اس کی رائے پیش نہ کرسکیں گے۔ نیز قرآن کی آیت اور حدیث کا صرف ترجمہ کریں گے۔ وضاحت کے بہانے اس میں اپنی رائے شامل نہ کرسکیں گے جب وہ حدیث کا ترجمہ کر کے اپنا مطلب کشید کرنے کے لیے اپنی تقریر شروع کر دیں تو حقیقت میں وہ ان کی اپنی رائے ہوتی ہے۔

لیکن یہ لوگ اپنی رائے کا نام حدیث رکھ دیتے ہیں۔ مثلاً: ''لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔'' (بخاری؛ ج1 ص104) کے بارے میں امام احمدؒ اور سفیان بن عیینہؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے یعنی منفرد کی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی لیکن غیر مقلدین کے نزدیک حدیث میں لفظ ''مَنْ'' عام ہے۔ مقتدی، منفرد اور امام سب کو شامل ہے یہ ان کی رائے ہے اس عموم کی اللہ نے صراحت کی ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ لیکن وہ اس کو حدیث کا نام دے دیتے ہیں اس لیے جب وہ امتی کا قول پیش کریں یا امتی کی رائے پیش کریں یا اپنی رائے شامل کریں تو پہلے ان سے تقلیدی شرک اور قیاس والی شیطانیت سے توبہ کرائیں پھر آگے بات چلائیں۔

اہل السنّت والجماعت کے چار اصول:

اہل السنّت والجماعت حنفی ہوں یا شافعی، حنبلی ہوں یا مالکی، سب کے نزدیک شرعی احکامات ثابت کرنے کے لیے چار دلیلیں ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجماع امت، قیاس شرعی۔ یعنی شریعت کے بعض احکام کتاب اللہ سے ثابت ہیں بعض سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض اجماع سے جبکہ بعض قیاس شرعی سے ثابت ہوتے ہیں۔ قیاس شرعی کا مطلب ہے کہ کتاب وسنت میں مذکور حکم یا اجماعی حکم کے ضمن میں مخفی ومستور قاعدہ کلیہ کو تلاش کر کے غیر منصوص مسئلہ کو اس قاعدہ کلیہ کے ذریعے حل کرنا اور اس کا حکم شرعی معلوم کرنا۔ مثلاً: ''حدیث پاک میں ہے کہ کھانے میں اگر مکھی گر جائے تو غوطہ دے کر اس کو نکال دو اور کھانا کھالو۔'' اگر کھانے میں مکوڑا، بھڑ، ٹڈی، مچھر، جگنو، وغیرہ گر جائیں تو کیا حکم ہے؟

چونکہ ان چیزوں کا حکم صراحتاً نہ کتاب وسنت میں ہے نہ اجماع سے ثابت ہے اس لیے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے قیاس شرعی کے ذریعے ان کا حکم بتایا ہے۔ اس طور پر کہ انہوں نے

مکھی کے بارے میں جو حکم منصوص ہے اس کے اندر غور کیا تو ان کو اس منصوص حکم کے ضمن میں ایک مخفی قاعدہ کلیہ مل گیا وہ یہ کہ مکھی کی وجہ سے کھانا اس لئے حرام و ناپاک نہیں ہوتا کہ اس کی رگوں میں گردش کرنے والا خون موجود نہیں۔

لہذا تمام ایسی چیزیں جن کی رگوں میں گردش کرنے والا خون نہیں ان کا حکم بھی مکھی والا ہوگا۔ یعنی ان کو نکال دو اور کھانے پینے کی چیزیں کھا پی لو لیکن غوطہ دے کر نکالنا مکھی کی خصوصیت ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اس کے ایک پَر میں بیماری ہے دوسرے میں شفاء۔ وہ گرتی ہے تو ہمیشہ بیماری والا پَر پہلے ڈبوتی ہے لہذا نکالنے سے پہلے اس کو غوطہ دے دیا جائے تا کہ شفاء والا پَر بھی ڈوب جائے جبکہ اس نوع کی باقی چیزوں میں یہ بات نہیں ہے اس لیے ان کو غوطہ دینے کی ضرورت نہیں۔ سو قیاس شرعی سے مراد محض قیاس آرائی نہیں جیسا کہ غیر مقلدین حضرات نے سمجھ رکھا ہے اور اپنی اس کوتاہ فہمی یا کج فہمی کی بناء پر لوگوں کو قیاس کے حوالے سے مجتہدین وفقہاء سے متنفر کرنے کی روش اپنا رکھی ہے۔



چند ضروری امور

امر اول:

اہل السنّت والجماعت بلکہ تمام عقلاء کے نزدیک ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹری کے مسئلہ میں ڈاکٹر کی، انجینئرنگ کے مسئلہ میں انجینئر کی، زراعت کے مسئلہ میں ماہر زراعت کی، گرائمر میں ماہرین صرف ونحو کی، لغت میں ماہرین لغت کی رائے معتبر ہوگی اور احادیث کی صحت وضعف میں علم حدیث کے ماہرین کی رائے کا اعتبار ہوگا البتہ یہ بات خوب سمجھنی اور یاد رکھنی چاہیے کہ حدیث کی صحت وضعف کی دو قسمیں ہیں۔

1: صحت وضعف بحسب السند

2: صحت وضعف بحسب العمل

یعنی جو حدیث معمول بہ ہے، وہ صحیح ہے۔ جو حدیث متروک وغیر معمول بہ ہے، وہ ضعیف ہے۔ اسی معنی میں امام اعظم ابوحنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ کے ساتھ رفع یدین کے مناظرہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کو ضعیف کہا تھا اور امام مالکؒ نے رفع یدین کی تمام حدیثوں کو ضعیف کہا ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ؛ ج 1: ص 71) ورنہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث سنداً بالکل صحیح بلکہ اصح الاسانید ہے ان دو قسموں کو یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے صحت وضعف اسنادی اور صحت وضعف واقعی۔ اسی طرح ماہرین علم حدیث کی بھی دو قسمیں ہیں: محدثین اور مجتہدین۔ محدثین کی مہارت اور ان کی تحقیق کا دائرہ حدیث کی اسناد اور الفاظ تک محدود ہے یعنی وہ رواۃ حدیث کے تاریخی حالات کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے سند کا درجہ متعین کرتے ہیں کہ یہ سند موضوع ہے یا غیر موضوع؟ صحیح ہے یا غیر صحیح؟ پھر غیر صحیح ہو کر حَسن ہے یا ضعیف؟ صحت کس درجہ کی ہے اور ضُعف کس درجہ کا۔ اسی طرح بعض دفعہ محدث مختلف سندوں کے ساتھ روایت کردہ حدیث میں الفاظ حدیث کے اختلاف وفرق کو بھی بیان کرتا ہے کہ فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے اور فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے۔ جبکہ مجتہدین کی تحقیق کا دائرہ اس سے وسیع تر ہے وہ پانچ امور میں تحقیق کرتے ہیں:

1- ثبوت وعدم ثبوت (یعنی بنیادی طور پر یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟)

2- احادیث کے معانی کی تشریح وتوضیح۔

3- حدیث معمول بہ ہے یا غیر معمول بہ؟ درجہ عمل میں متروک ہے یا غیر متروک

4- حدیث سے ثابت شدہ حکم کی شرعی حیثیت کا تعین یعنی وہ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا مستحب؟ مباح ہے یا مکروہ؟ مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی؟ یا حرام؟

5- اس حدیث سے متعارض دوسری احادیث کے تعارض و تضاد کو دور کرنا ان امور خمسہ کی تحقیق کے لیے ہر مجتہد کے اپنے اپنے اصول ہیں ہمارے امام و مجتہد سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ نے ان امور کی تحقیق کے لیے اسناد کے ساتھ آثار صحابہ کو بھی بنیاد بنایا ہے البتہ آثار صحابہ نہ ملنے کی صورت میں انہوں نے کتاب و سنت سے ماخوذ اپنے اجتہادی اصولوں سے اور خداداد فقاہت، فقہی مہارت اور نہایت اعلی درجہ کی اجتہادی صلاحیت سے بھی کام لیا ہے پھر امام اعظمؒ کے تلامذہ اور مابعد کے دیگر فقہاء حنفیہؒ نے آثار تابعین و تبع تابعین کو بھی شامل کر لیا ہے۔ پس امام اعظمؒ اور ان کے ارشد تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ کی تحقیق کے مطابق شرعی احکامات سے متعلق جو معمول بہا احادیث تھیں اور ان سے جو احکامات شرعیہ ثابت ہوتے تھے ان احکامات کو انہوں نے حسن ترتیب کے ساتھ ''کتاب الطہارۃ'' سے لے کر'' کتاب المیراث'' تک ابواب وار جمع کر دیا ہے احکامات شرعیہ کے اسی مجموعہ کو''فقہ'' کہا جاتا ہے۔

امر دوم:

احادیث کی صحت وضعف کے بارے میں ہمارا اصول یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ حضرات نے آثار صحابہؓ اور آثار تابعین و تبع تابعین اور عملی تواتر کی روشنی و رہنمائی میں اپنے اجتہادی اصولوں کے تحت جن جن احادیث کے معمول بہ و صحیح ہونے کا فیصلہ فقہی مسائل کی صورت میں دیا ہے، ہمارے نزدیک وہی صحیح ہیں۔ اگر چہ محدثین ان کو سند کے اعتبار سے ضعیف لکھ دیں اور جن حدیثوں کو ان حضرات نے غیر معمول بہا قرار دیا ہے، وہ ہمارے نزدیک ضعیف ہیں۔ اگر چہ محدثین ان کو سنداً صحیح قرار دیں۔

سوال یہ ہے کہ پھر محدثین کی تحقیق سند کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تا کہ'' کذاب''اور'' وضاع''لوگوں کو جھوٹی، من گھڑت حدیثیں بنانے کی جرأت نہ ہو۔ پس تحقیق سند کا خوف ان کے راستہ میں بڑی رکاوٹ ہے چنانچہ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:''اگر تحقیق سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو آدمی جو کچھ چاہتا، وہ کہہ ڈالتا۔''(مسلم :ص 12) حدیث کے صحت و ضعف کے بارے میں مجتہدین و فقہاء کے فیصلہ کو ترجیح دینے اور مقدم سمجھنے کی چند وجوہ ہیں۔

1- ہر شعبہ سے متعلق مسئلہ میں اس شعبہ کے ماہرین کا فیصلہ زیادہ وزن رکھتا ہے۔ محدثین کا شعبہ تحقیق سند ہے جبکہ مجتہدین و فقہا کا شعبہ تحقیق عمل ہے یعنی یہ فیصلہ کرنا کہ یہ

حدیث معمول بہ ہے یا نہیں؟ یہ حدیث زیر عمل آ سکتی ہے یا نہیں؟ مجتہدین کا کام ہے۔ لہذا سند کی صحت وضعف میں محدثین کا فیصلہ معتبر ہوگا۔ لیکن حدیث معمول بہ ہے یا نہیں؟ یعنی معیار عمل کے اعتبار سے حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ اس کے متعلق مجتہدین وفقہاء کا فیصلہ معتبر ہوگا۔

2- اسناد کی تحقیق کے باوجود عمل بالحدیث کے لیے خود محدثین نے بھی مجتہدین وفقہاء کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے۔ چنانچہ ہر محدث ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کا مقلد ہے جیسا کہ غیر مقلد علامہ نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب ''الحطہ فی ذکر صحاح ستہ'' میں مندرجہ ذیل محدثین کی فقہی وتقلیدی نسبت کی صراحت کی ہے، ملاحظہ فرمایئے:

امام بخاریؒ شافعی ص 281، امام مسلمؒ شافعی ص 228، امام نسائیؒ شافعی ص 293، امام ابوداؤد حنبلی وقیل شافعی ص 288، شیخ جیلانی حنبلی ص 300، ابن تیمیہ حنبلی ص 168، ابن قیم حنبلی ص 168، محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلی ص 167، صاحب مشکوۃ شافعی ص 135، خطابی، نووی، بغوی شافعی ص 135، امام طحاوی حنفی ص 135، امام ابن عبدالبر مالکی ص 135، شیخ عبدالحق، خاندان ولی اللہی حنفی ص 160 تا 163، ابن بطال مالکی ص 213، علامہ حلبی حنفی ص 213، علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالدائم شافعی ص 215، علامہ بدرالدین عینی حنفی ص 216، علامہ زرکشی شافعی ص 217، قاضی محبّ الدین احمد حنبلی ص 218، حافظ ابن رجب حنبلی ص 219، علامہ بلقینی شافعی ص 219، علامہ ابن مرزوقی مالکی ص 220 شافعی ص 220، علامہ قسطلانی شافعی ص 222، ابن عربی مالکی ص 224۔

3- محدثین کا سند کے اعتبار سے کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ، اجتہادی ہوتا ہے جس کی بنیاد رواۃ کے تاریخی حالات ہوتے ہیں اور مجتہدین کا عمل بالحدیث کے اعتبار سے حدیث کے ضعف یا صحت کا فیصلہ بھی اجتہادی ہوتا ہے لیکن اس کی بنیاد آثارِ صحابہؓ اور آثار تابعینؒ و تبع تابعینؒ ہوتے ہیں۔ دیکھ لیجیے! کس کے فیصلے کی بنیاد مضبوط ہے لیکن عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین حدیث کے صحت وضعف اور رواۃ کے ثقہ وضعیف ہونے کے متعلق محدثین کے اجتہادی فیصلہ کی تقلید کرتے ہیں مگر حدیث کی تشریح اور حدیث کے معمول بہ ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کے اجتہادی فیصلے کو قبول نہیں کرتے بلکہ قبول کرنے والوں کو ''مشرک'' کہتے ہیں اور قبول کرنا تقلیدی شرک ہے۔

4- خود محدثین کو اعتراف ہے کہ جس حدیث کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں اسی طرح ہو کیونکہ بعض دفعہ وہ حدیث نفس الامر میں صحیح اور سچی ہوتی ہے۔

(مقدمہ ابن صلاح ص 8)

5- ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جن حدیثوں کو صحیح ومعمول بہا قرار دیا ہے وہ ان کے

زمانے تک سند کے اعتبار سے بالکل صحیح تھیں ان کے زمانہ کے بعد اگر نیچے آ کر ان میں سے بعض احادیث کی سندوں میں ضعف پیدا ہو گیا ہو تو اس بعد والے ضعف کی وجہ سے امام اعظمؒ کا مسئلہ اور حدیث کی صحت کا فیصلہ متاثر نہ ہوگا۔ اور ہمارا اعتماد امام اعظمؒ کے فیصلہ پر ہے۔ پس یہ بعد والا ضعف ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور نہ ہی ہمیں اس کا جواب دینے کی ضرورت ہے۔

امر سوم:

غیر مجتہدین کے لیے اجتہادی مسئلہ میں اس مجتہد کی تقلید واجب ہے جو ان کے نزدیک باقی مجتہدین کے مقابلہ میں زیادہ ماہر ہے اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقیوں کے درستی غالب ہے خواہ یہ اجتہادی مسئلہ حدیث کے ضعف وصحت کا ہو یا نماز، روزہ وغیرہ کا شرعی مسئلہ ہو یا احادیث کے معانی کی تشریح ہو اور غیر مجتہدین کو نہ مجتہدین کی تحقیق پر اعتراض کرنے کا حق ہے اور نہ ہی ان کو مجتہدین کے مقابلہ میں جاہلانہ اجتہاد کی اجازت ہے۔ بغیر اہلیت اجتہاد کے دعویٰ اجتہاد کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے نہ کہ عقل مند!

امر چہارم:

اجتہادی مسائل شرعیہ کی تین قسمیں ہیں:

1- وہ مسائل جو کتاب وسنت میں مذکور نہیں جیسے مکوڑا، مچھر، بھڑ وغیرہ کھانے میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟ انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، ٹیلی فون کے ذریعے نکاح، روزے میں انجکشن وغیرہ

2- وہ مسائل جن کے ادلہ متعارض ہیں، جیسے: ''رفع یدین، قرأۃ خلف الامام وغیرہ۔ مسائل میں اثبات ونفی کی حدیثیں موجود ہیں اور محدثین نے کتب حدیث میں دونوں قسم کے باب قائم کر کے دونوں طرح کی حدیثیں نقل کی ہیں۔

3- وہ مسائل جن کے ادلہ میں تعارض نہیں لیکن معنی کے اعتبار سے ان میں کئی احتمالات ہیں، مثلاً: ''قرآن کریم میں ہے: ''وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ'' قروء جمع ہے قرء کی ''قرء'' کا معنی لغت میں ''حیض'' بھی ہے اور ''طہر'' بھی۔ امام شافعیؒ نے ''طہر'' والا معنی مراد لیا ہے۔ یعنی مطلقہ عورتیں تین طہر عدت گزاریں جبکہ امام اعظمؒ نے ''حیض'' والا معنی مراد لیا ہے۔ یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض عدت گزاریں غیر مجتہدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسائل اجتہادیہ کی تینوں قسموں میں اس مجتہد کے اجتہاد کی تقلید کریں جو ان کے نزدیک کتاب وسنت کا زیادہ ماہر ہے اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقی مجتہدین کے درستی غالب ہے اس

کے علاوہ ان کے لیے عمل کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ عقلاً جائز ہے نہ شرعاً!

غیر مقلدین سے گفتگو کے آداب:

غیر مقلدین سے گفتگو کے لیے چند آداب ہیں:

1- چونکہ غیر مقلدین، امام اعظم ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہاء کے بارے میں نہایت گستاخانہ اور مخاصمانہ انداز اختیار کرتے ہیں جس کے ردعمل میں غصہ آجانا غیر فطری نہیں ہے لیکن غیر مقلدین بعد میں پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ''ہم تو مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں اور سنی غصہ ہو جاتے ہیں، لڑنے لگ جاتے ہیں۔'' اس لیے سنی حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر ضبط پیدا کریں اور گفتگو کے دوران حلم اور وقار والی اپنی شان قائم رکھیں تا کہ آپ کے وقار میں فرق نہ آئے اور غیر مقلدین آپ کے خلاف غلط پروپیگنڈا نہ کر سکیں۔

2- گفتگو سے قبل رسالہ ہذا میں ہر مسئلہ کے اندر جوان کا عمل وموقف لکھا گیا ہے ان کو اس کا پابند کیا جائے کہ مؤقف طے کیے بغیر بات کرنا تضیع اوقات اور بے فائدہ ہے اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو ان سے عمل ومؤقف کے غلط ہونے پر تحریر لیں اور دستخط کرائیں پھر اس کے غلط ہونے پر صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش کریں اور متبادل صحیح موقف اور اپنا عمل تحریر کریں جب تک یہ مرحلہ طے نہ ہو جائے، آگے بات نہ چلائیں۔ اگر وہ اس عمل ومؤقف کو غلط لکھیں نہ اس کے غلط ہونے پر حدیث پیش کریں تو پھر اس عمل ومؤقف کے صحیح ہونے پر صحیح، صریح، مرفوع، متصل حدیث پیش کریں۔

3- غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ ایک بات پر قائم نہیں رہتے پہلے وہ ایک مسئلہ شروع کریں گے جب وہ اس کے کسی مرحلہ میں پھنس جائیں گے تو اس کو چھوڑ کر دوسرا مسئلہ شروع کر دیں گے لیکن آپ اس کو دوسرے مسئلہ کی طرف ہرگز نہ جانے دیں جب تک پہلا مسئلہ طے نہ ہو جائے اس وقت تک دوسرا مسئلہ ہرگز شروع نہ کریں اور اگر وہ شروع کر ہی دیں تو آپ ان کے پیچھے نہ چلیں بلکہ ان کو اسی پہلے مسئلہ کی طرف کھینچ کر لے آئیں۔

4- بے علم یا کم علم آدمی دلائل پیش کرنے کے بجائے شور مچا کر آواز اونچی کر کے تیز تیز بول کر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے اور اکثر غیر متعلق باتیں کرتا ہے۔ یہی عادت غیر مقلدین کی ہے اس لیے غیر مقلد جتنا شور مچائے آپ حلم ووقار کے ساتھ سنتے رہیں جب وہ خاموش ہو تو زیر بحث موضوع پر آپ بات کریں اور وقت ضائع کرنے پر اس کو تنبیہ کریں اور اس کی غیر متعلقہ باتوں کے جواب کے درپے نہ ہوں اور اگر خاموش نہ ہو تو اس کے ساتھ وقت طے کر

لیں کہ فریقین میں سے ہر ایک پانچ، پانچ منٹ بات کرے گا اس ترتیب سے زیرِ غور مسئلہ پر بحث کو مکمل کریں۔

5- دانشمندوں کا قول ہے عالم کو قائل کرو دلیل سے اور جاہل کو قائل کرو سوال سے۔ دراصل عالم میں علم وشعور اور ذہنی وسعت ہوتی ہے وہ دلائل کو سُنے گا غور کرے گا تو مان جائے گا، بشرطیکہ مخلص ہو۔ جبکہ جاہل آدمی شعور وآگہی سے خالی ہوتا ہے اس میں دلائل کو سمجھنے اور سمجھ کر سوچنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس پر سوال کیا جائے تاکہ وہ اپنے آپ کو عاجز پا کر بات مان لے۔ چونکہ آج کل اکثر غیر مقلدین جاہل ہیں لیکن چند اردو رسالے پڑھ کر انہوں نے عالم ہونے کا روپ دھارا ہوا ہے جو چند غیر مقلدین کچھ علم پڑھے ہوئے ہیں وہ بوجہ ضد وتعصب جاہلوں کی رَوِش اختیار کر چکے ہیں اس لیے اب غیر مقلد عالم ہو یا غیر عالم سب کو قائل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سوالات کا طریقہ کار اختیار کیا جائے اور سوالات وہ کیے جائیں جو کتاب وسنت میں صراحتاً مذکور نہ ہوں مگر پیش آتے رہتے ہوں۔ احقر کے رسالے ''خدا کے واسطے مجھے اہل حدیث بنالو'' اور اشتہار ''میں اہل حدیث کیوں نہیں ہوا'' میں لاجواب سوال ہیں اور حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کے مجموعہ ''تجلیات صفدر'' میں سینکڑوں سوالات موجود ہیں غیر مقلدین کے ڈھول کا پول کھولنے کے لیے یہ بہترین طریقہ ہے۔

6- اگر کوئی آدمی خالی الذہن ہو یا متردد ہو تو اس کو اپنا موقف خوب دلائل اور وضاحت کے ساتھ سمجھائیں اور غیر مقلدین کے دھوکے بھی بتلائیں، غیر مقلدین کا عمل وموقف اس کو سمجھائیں اور تحریر بھی کر دیں مزید اس کو یہ بھی بتا دیں کہ اگر غیر مقلد کے ساتھ اس کی بات ہو تو وہ اس مؤقف پر ان سے حدیث تحریر کرائے اور اگر کوئی پکا غیر مقلد مسئلہ سمجھنا چاہے تو اس کی مثال جلی روٹی کی طرح ہے اس کا ٹھیک ہونا مشکل ہے کہ اس کے دل میں علماء اور اہل اللہ کی تحقیر اور گستاخی آ چکی ہے اس لیے اس کے ساتھ بحث کرنے اور اس کو زبانی سمجھانے سے زیادہ مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اس کو اپنی ایک مضبوط دلیل تحریر کر دیں اور ان کا مؤقف وعمل لکھ کر اس پر ان سے صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کا مطالبہ کریں اور ساتھ نوٹ لکھ دیں۔

نوٹ: غیر مقلدین اہل السنّت والجماعت کی دلیل کا ضعف اور اپنی حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کریں گے کیونکہ ان کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے لہذا وہ امتیوں کے اقوال کی تقلید کر کے مشرک ہونے سے بچیں گے۔

7- غیر مقلدین کو گفتگو کے دوران اپنے مذکورہ بالا تین اصولوں کا پابند کیا جائے اور جہاں وہ کسی امتی کا قول پیش کریں یا قیاس ورائے چلائیں تو اس کو منع کردیں کہ وہ اپنے اصول کے مطابق اس شرک وشیطنت سے باز رہیں۔ ان کو اپنے اصولوں سے ہرگز منحرف نہ ہونے دیا جائے۔ یعنی گفتگو میں صرف قرآن وحدیث پڑھتا جائے اور ترجمہ کرتا جائے نہ امتی کا قول پیش کرے نہ رائے اور نہ ہی اپنی رائے قرآن وحدیث میں شامل کرے۔ غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ اپنی رائے کو بھی قرآن وحدیث کا عنوان دیتے ہیں ایسی صورت میں آپ ان کی رائے کاغذ پر لکھ کر ان سے مطالبہ کریں کہ وہ ایسی صریح آیت یا صحیح، صریح اور مرفوع حدیث پیش کریں جس کا ترجمہ وہی ہو جو انہوں نے کیا اور وہ کاغذ پر لکھا ہوا ہے، اس میں بھی تمہاری اپنی یا کسی دوسرے امتی کی رائے شامل نہ ہو۔

مثال نمبر 1:

میں نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب کو کہا کہ ''آپ حدیث کی تعریف کریں۔'' اس نے تعریف یوں کی کہ ''حدیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر (یعنی کسی دوسرے آدمی کے کام پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاموش رہنا) کو کہتے ہیں۔'' میں نے ان سے کہا: ''آپ قرآن کی کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس کا ترجمہ یہی ہو۔'' وہ کہنے لگے: ''ایسی کوئی آیت یا حدیث نہیں!'' میں نے پوچھا: ''آپ نے تعریف کیسے کی؟'' وہ کہنے لگے: ''محدثین نے یہی تعریف کی ہے۔'' میں نے کہا: ''تعریف میں آپ نے محدثین کی تقلید کی ہے لہذا اب آپ وہ حدیث پڑھیں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ فقہاء ومجتہدین کی تقلید شرک ہے، محدثین کی تقلید شرک نہیں!'' وہ کہنے لگا: ایسی کوئی حدیث نہیں۔'' میں نے کہا: ''اگر ایسی کوئی حدیث نہیں تو آپ نے یقیناً اس تعریف میں محدثین کی تقلید کی ہے اور چونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے اس لیے آپ کو اس شرک سے توبہ بھی کرنی چاہیے اور تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے۔''

مثال نمبر 2:

ایک غیر مقلد مناظر سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ سنت کی تعریف کریں!!! وہ صاحب کہنے لگے: ''سنت اور حدیث ایک چیز ہے۔'' میں نے یہ الفاظ کاغذ پر لکھ لیے اور مناظر صاحب سے کہا کہ ''آپ کوئی قرآن کی ایک آیت یا حدیث پڑھیں جس میں صراحت ہو کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے۔'' وہ کہنے لگا: ''یہ بات قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔''

میں نے کہا: ''پھر تو یہ امتی کی رائے ہوئی اور تمہارے اصول کے مطابق دینی امور میں رائے کو شامل کرنا شیطان کا کام ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر سنت اور حدیث ایک چیز ہے تو تم سینکڑوں سنتوں کے تارک ہو، حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے پر بالغ آدمی کو اپنا دودھ پلایا (صحیح مسلم ج 1، ص 469) غیر مقلد مرد و زن سب اس دودھ پینے پلانے کی سنت سے محروم ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا (صحیح بخاری ص 35) لیکن غیر مقلد مرد و زن اس سنت کے تارک ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کے بعد اپنی بیوی کے بوسے لیے پھر آ کر نماز پڑھائی (ترمذی ص 25) مگر غیر مقلد ائمہ اور ان کے مقتدی حضرات اس سنت سے غافل ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نواسی ''امامہ'' کو کندھوں پر اٹھا کر نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری ص 74) غیر مقلدین اپنی بچیوں کو مسجد میں لاتے ہیں نہ ان کو کندھوں پر اٹھا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ آپ لوگوں کو اپنی مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کی توفیق دے۔'' وہ بوکھلا کر اور جھلا کر کہنے لگا: ''سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو کہتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''آپ کوئی آیت پڑھیں یا حدیث سنائیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو کہتے ہیں۔'' وہ کہنے لگا: ''ایسی آیت یا حدیث تو نہیں ہے۔'' میں نے کہا: ''پھر تو یہ امتی کی رائے ہے، جو تمہارے ہاں معتبر نہیں! نیز مذکورہ بالا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو چار طریقے مذکور ہوئے ہیں، سب غیر مقلدین ان کے تارک ہیں۔'' وہ پریشان ہو کر کہنے لگا: ''سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جو آپ کے ساتھ خاص نہ ہو۔'' میں نے کہا کہ ''آپ کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس کا ترجمہ یہی بنتا ہو۔ نیز مذکورہ بالا چار طریقوں سے متعلق چار حدیثیں سنائیں جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان طریقوں کو اپنی خصوصیت فرمایا ہو۔ ورنہ آپ کو اپنی اور دوسرے امتیوں کی یہ رائے چھوڑ دینی چاہیے۔'' وہ کہنے لگا: ''سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جس کو آپ نے خود کیا ہو اور امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو۔'' میں نے کہا کہ ''آپ وہ آیت یا حدیث سنائیں جس میں سنت کی یہ تعریف کی گئی ہے جس کا ترجمہ یہی ہو۔ نیز آپ وہ حدیث سنائیں جس میں رکوع سے پہلے رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے کا حکم ہو اور آپ نے نماز میں سر ننگا کرنے، فرضوں کی چھ رکعتوں میں آمین اونچی کہنے کا اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ کہنے کا، سینے پر ہاتھ باندھنے کا، ٹانگیں چوڑی

کرنے کا حکم دیا ہو۔'' وہ عاجز آ کر کہنے لگا: ''میں تحقیق کروں گا۔'' میں نے کہا: ''تحقیق کروں گا کا مطلب یہ ہے کہ اب تک آپ تقلید کرتے رہے اور چونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے اس لیے آپ تحقیق بعد میں کریں پہلے اس شرک سے توبہ کر کے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں۔'' وہ کہنے لگا: ''آپ سنت کی تعریف کریں میں نے کہا: ''سنت اس جاری طریقہ کو کہتے ہیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا خلفاء راشدین کی طرف سے جاری کیا گیا۔'' وہ کہنے لگا: ''آپ اس پر کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس میں یہ تعریف ہو۔'' میں نے کہا: ''تعریفات قرآن وحدیث میں نہیں ہوتیں یہ ماہرین فن کرتے ہیں سنت کی یہ تعریف فقہاء نے کی ہے جو ماہرین شریعت ہیں اور ہم نے اس کو تسلیم کیا ہے۔''

مثال نمبر 3:

ہمارے بعض نوجوانوں نے غیر مقلد علماء سے کہا کہ آپ کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اسی ترتیب کے ساتھ اکٹھا قرآن میں دکھا دیں یا صحاح ستہ کی صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث میں دکھا دیں جس میں آپ نے صحابہ کرام کو یہ کلمہ سکھایا ہو اور امت کو اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہو یا آپ حضرات اعلان کریں اور لکھ کر دیں کہ یہ کلمہ غلط ہے۔'' ایک علامہ صاحب فرمانے لگے: ''دراصل کلمہ طیبہ جھنڈے پر لکھنے کے لیے اور **اشھد** والا کلمہ پڑھنے کے لیے ہے۔'' ہمارے ایک سنی نوجوان نے غیر مقلد علامہ صاحب کی یہ بات کاغذ پر لکھی اور مطالبہ کیا کہ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنائیں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہو اور اگر حدیث نہیں تو یہ تمہاری اپنی رائے ہے اور جب تم وحی کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے کو نہیں مانتے تو ہم تمہاری رائے کیسے تسلیم کرلیں؟؟؟

مثال نمبر 4:

اتحاد اہل السنّت والجماعت کا ایک نواجون غیر مقلد شیخ الحدیث کے پاس گیا اور پوچھا کہ ''حضرت! رفع یدین کی کوئی صحیح حدیث ہے؟'' شیخ الحدیث صاحب نے کہا: ''بے شمار ہیں۔'' نوجوان نے کہا: ''جناب! مجھے ایک حدیث لکھ کر دے دیں۔'' شیخ الحدیث صاحب نے کاغذ لیا اور حضرت ابن عمرؓ والی رفع یدین کی حدیث لکھ کر دے دی۔ نوجوان نے کہا: ''جی! وہ ترک رفع یدین والی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث بھی تو موجود ہے؟'' شیخ الحدیث صاحب نے کرخت اور سخت آواز میں دانت پیستے ہوئے کہا: ''وہ ضعیف ہے ضعیف!'' نوجوان نے سوال کیا: ''جناب! حضرت عبد اللہ عمرؓ کی حدیث کو صحیح اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ضعیف اللہ نے کہا یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے؟ اگر اللہ نے فرمایا

ہے، تو فرمان خدا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تو فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنائیں؟ جس میں ان دونوں حدیثوں کے صحیح وضعیف ہونے کا فیصلہ ہے۔'' تو شیخ الحدیث صاحب کہنے لگے: '' حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں فرماتے بلکہ اس کا فیصلہ محدثین کرتے ہیں۔ محدثین جس حدیث کو صحیح لکھ دیں ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور جس کو وہ ضعیف لکھ دیں ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔''
نوجوان نے کہا: '' شیخ الحدیث صاحب! آپ کے نزدیک تو وحی کے بغیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے بھی حجت نہیں تو اب امتیوں کی رائے کو حجت مان رہے ہو؟ نیز حدیث کو لینے اور چھوڑنے میں تم محدثین کی تقلید کر رہے ہو حالانکہ تقلید آپ کے نزدیک شرک ہے۔ لہذا آپ محدثین کی رائے کو حجت ماننے اور ان کی تقلید کرنے کی وجہ سے اہل حدیث نہ رہے بلکہ اہل رائے اور اہل شرک بن گئے۔''

مثال نمبر 5:

اتحاد اہل السنّت والجماعت کے ایک اور نوجوان نے ایک غیر مقلد مفتی سے پوچھا: '' جناب! یہ فرمائیے رفع یدین کے بغیر نماز ہو جاتی ہے؟ مفتی صاحب فرمانے لگے: '' رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے۔'' نوجوان نے کہا کہ '' اگر رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے تو پھر سب غیر مقلدین کی نماز باطل ہے۔'' مفتی صاحب نے کہا: '' وہ کیسے؟ نوجوان نے کہا: '' وہ ایسے کہ غیر مقلدین کے مایہ ناز علامہ ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب '' صفت الصلوۃ '' کے ص 121، ص 135 اور ص 136 پر لکھا ہے کہ سجدہ سے پہلے اور سجدہ کے بعد بھی رفع یدین ہے اور ص 121 کے حاشیہ میں ناصر الدین البانی صاحب نے لکھا کہ دس صحابہ کرامؓ سے رفع یدین عند السجود کی روایات ہیں اور چار رکعتوں میں آٹھ سجدے آتے ہیں اور ہر سجدہ سے پہلے اور بعد رفع یدین ہے تو آٹھ سجدوں کے رفع یدین سولہ بنتے ہیں۔ غیر مقلدین ان سولہ رفع یدین کے تارک ہیں اس لیے ان کی نماز باطل ہے۔'' غیر مقلد مفتی صاحب کہنے لگے: '' حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجود میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔'' نوجوان نے کہا: '' مفتی صاحب! مسئلہ تو بڑا الجھ گیا کیونکہ رفع یدین عند السجود کے بارے میں حدیثوں میں تضاد ہے ناصر الدین البانی کی تحقیق کے مطابق دس صحابہ کرامؓ سجدوں کی رفع یدین کا اثبات کرتے ہیں جبکہ بقول آپ کے حضرت ابن عمرؓ نفی کرتے ہیں اس کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ بتائیں، کیا ہے؟ مفتی صاحب نے فرمایا: '' اصل بات یہ ہے کہ سجدوں میں پہلے رفع یدین ہوتا تھا پھر منسوخ ہو گیا۔'' نوجوان نے مفتی صاحب کی یہ بات کاغذ پر لکھ لی پھر سوال کیا کہ '' جناب مفتی صاحب! یہ فیصلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے یا آپ کا؟ یا کسی دوسرے امتی کا؟ اگر نبی علیہ السلام کا فیصلہ ہے تو وہ حدیث سناؤ! جس میں یہ فیصلۂ نبوت مذکور ہے اور اگر آپ

کی اپنی رائے ہے تو آپ دینی مسئلہ میں رائے شامل کرنے کی وجہ سے شیطان بن گئے اور اگر کسی دوسرے امتی کی رائے ہے اور آپ اس کی تقلید کر رہے ہیں، جو صحیح نہیں۔ اس لیے کہ آپ کے ہاں انبیاء علیہم السلام کی رائے بغیر وحی کے معتبر نہیں۔ تو تمہاری رائے کا کیا اعتبار؟؟ آپ نے ان مثالوں سے اندازہ لگالیا ہوگا کہ غیر مقلدین عمل کرتے ہیں اپنی رائے پر لیکن منافقین کی طرح دھوکہ دینے کے لیے نام لیتے ہیں قرآن وحدیث کا۔

8- حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی ؒ فرمایا کرتے تھے: "غیر مقلدین اتنے خدا سے نہیں ڈرتے جتنے ٹیپ ریکارڈر سے ڈرتے ہیں اس لیے جب کوئی اہم گفتگو ہو تو ٹیپ ریکارڈر لگالیا کریں تا کہ غیر مقلدین ٹیپ کے ڈر سے جھوٹ، بدزبانی اور کہہ کر مکرنے کی عادت سے بچنے کی کوشش کریں۔





دو ہاتھ سے مصافحہ

سوال: مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دو ہاتھ سے؟

جواب: دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے۔امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ج 2 ص 926 پر اس مسئلہ کے لیے دو باب قائم کیے ہیں **باب المصافح** اور **باب الاخذ بالیدین**۔ پہلے باب میں امام بخاریؒ نے صرف یہ بتایا ہے کہ مصافحہ سنت ہے اس لیے امام موصوفؒ نے چار دلیلیں پیش فرمائی ہیں۔

1- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''**عَلَّمَنِی النَّبِیُّ ﷺ اَلتَّشَهُّدَ وَ کَفِّی بَیْنَ کَفَّیْهِ** ۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تشہد اس حالت میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا (یعنی بحالت مصافحہ)

2- حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حضرت طلحہؓ بن عبداللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔

3- حضرت قتادہؒ نے حضرت انسؓ سے پوچھا: ''کیا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مصافحہ کا رواج تھا؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا: ''جی ہاں!''

4- عبداللہ بن ہشامؓ کہتے ہیں کہ ''ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا (یعنی یہ ہاتھ پکڑنا بطور مصافحہ کے تھا) پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مصافحہ سنت ہے۔

دوسرے باب میں امام بخاریؒ نے مصافحہ کا طریقہ بتایا ہے کہ مصافحہ دو ہاتھوں کے ساتھ ہے۔اس کیفیت کے ساتھ کہ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے بھی جائیں نہ یہ کہ صرف ہاتھ ملا دیے جائیں کیونکہ مصافحہ کے وقت ہاتھوں کے پکڑنے میں اظہار محبت ہے بلکہ جس قدر محبت اور بے تکلفی زیادہ ہوتی ہے مصافحہ میں اتنے ایک دوسرے کے ہاتھ زیادہ دبائے جاتے ہیں۔اس کے لیے امام بخاریؒ نے بطور ثبوت کے تبع تابعین کے عمل کو پیش کیا ہے۔فرمایا: ''**وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ اِبْنَ الْمُبَارَکِ بِیَدَیْهِ** ۔یعنی حماد بن زید نے عبداللہ ابن مبارکؒ کے ساتھ دو ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔'' نیز عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشہد اس حالت میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو

ہاتھوں کے درمیان تھا۔ پہلے اسی حدیث سے امام بخاریؒ نے مصافحہ ثابت کیا اور اب اسی حدیث سے دو ہاتھوں کے ساتھ پکڑنا ثابت کر رہے ہیں۔ سو امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ مصافحہ دو ہاتھوں کے ساتھ اس طور پر کیا جائے کہ ہاتھوں کو پکڑا جائے نہ یہ کہ ایک آدمی اپنے ہاتھ دوسرے آدمی کے ہاتھ پر رکھ دے اور صرف ملا دے بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھوں کو پکڑ لیں کہ اس میں اظہار محبت ہے اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہے۔

دراصل جیسے ہندو سماج سے متاثر ہو کر ہمارے بعض مسلمانوں نے ہندوانی رسموں کو اختیار کر رکھا ہے اور ان کو ''سنت'' کا نام دیتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو اپنی محسن گورنمنٹ برطانیہ کے زیر احسان آ گئے اور اپنی مادر مہربان ملکہ وکٹوریہ کے دودھ پر پلے، انہوں نے بھی اپنے آقا انگریزوں کی بعض عادات اختیار کر لیں۔ مثلاً: ننگے سر پھرنا، سر ننگا کر کے جوتی پہن کر عبادت کرنا اور انتہاء یہ کہ ان لوگوں نے انگریزی طریقہ کو سنت اور سنت نبویہ کو بدعت کہنا شروع کر دیا ہے۔

دھوکہ نمبر 1:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک ہاتھ ہے؟

جواب نمبر 1: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہاتھ تھے ہمیں سنت نبویہ اختیار کرنی چاہیے۔

جواب نمبر 2: جب دو ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے تو درمیان میں ایک ہاتھ آتا ہے دوسرا باہر کی جانب رہتا ہے اس لیے دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے والا کہہ سکتا ہے میرا ہاتھ اس کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا، یہی کچھ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابن مسعودؓ کا ایک ہاتھ تھا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہاتھ ہوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک ہاتھ؟ کیونکہ بڑے چھوٹے کے حوالے سے بھی اس صورت کو دیکھا جائے تو بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے کہ بڑا آدمی دو ہاتھ سے مصافحہ کرے اور چھوٹا ایک ہاتھ سے اور یہاں تو امتی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ ہے!

جواب نمبر 3: اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ حضرت ابن مسعودؓ اپنے ایک ہاتھ کا ذکر فرما رہے ہیں تو اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا بلکہ اس وجہ سے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کرتے وقت آپ کا جو ہاتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان آیا تھا آپ بطور اظہار مسرت کے اپنے اس ہاتھ کی خصوصیت بتا رہے ہیں کہ میرا یہ ہاتھ اتنا خوش نصیب ہے جو سردار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان آیا ہے۔

دھوکہ نمبر 2:

مصافحہ کا معنی ہے ایک ہتھیلی کا دوسری ہتھیلی کے ساتھ ملنا۔ پس لفظ مصافحہ کا تقاضا یہ ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ کے ساتھ ہو!

جواب: جب دو ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا جائے تب بھی آپس میں دو ہی ہتھیلیاں ملتی ہیں نہ کہ چار۔

دھوکہ نمبر 3:

بعض حدیثوں میں ''ید'' کا لفظ آیا ہے اور ''ید'' واحد ہے مطلب یہ کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

جواب: قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لیے جہاں بہت سے علوم میں مہارت ضروری ہے وہاں عرب کے قدیم محاورات اور عربی الفاظ کے استعمالات پر بھی پورا پورا عبور ضروری ہے۔ ہر زبان میں واحد کا صیغہ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔

1: بطور مفرد یعنی اس سے ایک فرد مراد ہے۔

2: بطور جنس اس وقت صیغہ واحد کا ہوتا ہے لیکن اس سے متعدد افراد مراد ہوتے ہیں جیسے ہم کہا کرتے ہیں مجھے انگور دے دو۔ مجھے فالسہ دے دو۔ اس کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ مجھے ایک انگور اور ایک فالسہ دے دو۔ میں نے تجھے اپنی آنکھ سے کھڑا دیکھا ہے۔ میں نے اپنے کان سے تیری بات سنی ہے۔ یہاں مفرد صیغہ جنس کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس سے دونوں آنکھیں اور دونوں کان مراد ہیں۔ اسی طرح عربی میں بھی واحد کا صیغہ بطور جنس استعمال ہوتا ہے جیسے ایک دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْراً وَاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْراً۔ اے اللہ! میری آنکھوں میں نور پیدا فرما اور میرے کانوں میں نور پیدا فرما۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ ۔ مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ. جو تم میں سے برائی کو دیکھے پس وہ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے۔'' یہاں صیغے واحد کے ہیں لیکن قطعاً یہ مطلب نہیں کہ میری صرف ایک آنکھ اور صرف ایک کان میں نور پیدا فرما، مسلمان اس کے صرف ایک ہاتھ سے محفوظ رہیں، اپنے ایک ہاتھ سے برائی کو مٹائے۔ بلکہ واحد سے جنس والا معنیٰ مراد ہے۔ اسی طرح غیر مقلدین جن حدیثوں سے ایک ہاتھ کا مصافحہ ثابت کرتے ہیں وہاں ''ید'' سے جنس والا معنی مراد ہے۔ حدیث پاک میں ہے مصافحہ کرنے سے گناہ جھڑتے ہیں کیا صرف ایک ہاتھ کے گناہ جھاڑنے کی ضرورت ہے دوسرے ہاتھ کے گناہ جھاڑنے کی ضرورت نہیں؟

صحیح بخاری کا انکار اور امام بخاریؒ پر اعتراض:

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث بالا پر صحیح بخاری ج 2 ص 926 میں ''باب المصافحہ'' قائم کر کے اس سے مصافحہ کا سنت ہونا ثابت کیا ہے لیکن غیر مقلد حکیم محمد اسرائیل سلفی و دیگر غیر مقلدین صحیح بخاری کے اس باب کے منکر ہیں۔ حکیم صاحب اپنے رسالہ ''التحفۃ الحسنی کے ص 39 پر لکھتے ہیں: ''اس حدیث کا مصافحہ سے ذرا بھی تعلق نہیں۔'' پنجابی میں کہاوت ہے آکھاں دھی نوں، سُناواں نُہہ نوں۔ حکیم صاحب نے روئے سخن حنفیوں کی طرف رکھ کر امام بخاریؒ کو خوب کوسا ہے اور کھری کھری سنائی ہیں، لکھتے ہیں: ''سخت تعجب ہے ان مقلدین احناف پر کہ جو احادیث صحیحہ سے مصافحہ ثابت ہوتا ہے اس کے انکاری ہیں اور جو حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اسے ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کرتے ہیں اور بخاری شریف کی دُہائی دے کر جاہل عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر ان کو معلوم رہے کہ یہ حدیث دانی اور حدیث فہمی نہیں بلکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مذاق ہے۔''

(التحفۃ الحسنی ص38)

اہل حدیث یا شیعہ؟

امام بخاریؒ نے خیر القرون کے دو عظیم محدث ''حماد بن زیدؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ'' کے دو ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کے عمل کو دلیل کے طور پر پیش کیا تو حکیم صاحب جو اس کا جواب دیتے ہیں وہ سینہ پر ہاتھ رکھ کر، دل تھام کر، صحابہ کرامؓ کے ساتھ عظمت ومحبت کے جذبات کو قابو میں رکھ کر سنیئے! لکھتے ہیں: ''جب صحابی کا قول ہی حجت نہیں تو تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے اقوال کیونکر حجت ہو سکتے ہیں؟''

دو تبع تابعین کے عمل سے استدلال اس بات کا ثبوت ہے کہ امام بخاریؒ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور تبع تابعینؒ کے اقوال وافعال اور ان کی آراء کو مانتے ہیں جبکہ غیر مقلدین ان کے منکر ہیں بلکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے کو بھی حجت نہیں مانتے لہذا غیر مقلدین کا صحیح بخاری سے تعلق ہے نہ امام بخاری سے۔ ان کا راستہ ہی امام بخاری سے جدا ہے۔

تین سوال:

1- امام بخاریؒ فرماتے ہیں حدیث ابن مسعودؓ سے مصافحہ ثابت ہے غیر مقلدین کہتے ہیں اس سے مصافحہ ثابت نہیں ہوتا ان میں سے کون صحیح اور کون غلط ہے؟

2- حماد بن زیدؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ دو ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کرنے سے بدعتی ہوئے ہیں یا نہیں؟

3- امام بخاریؒ نے ان دونوں تبع تابعین کے فعلی اثر کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ کیا

امام بخاری ان دو امتیوں کے فعلی اثر کی تقلید کر کے مشرک ہوئے ہیں یا نہیں؟ اور جب تک صحیح بخاری میں یہ اثر اور اس جیسے دوسرے آثار صحابہ وغیرہ موجود ہیں ان کی وجہ سے امام بخاریؒ کو شرک کا گناہ ہو رہا ہے یا نہیں؟ جب صحیح بخاری میں ایسا شرک موجود ہے تو صحیح بخاری لکھ کر امام بخاریؒ نے نیکی کا کام کیا ہے یا گناہ کا؟

اگر غیر مقلدین حدیث صحیح، صریح، مرفوع اور متصل پیش کر دیں جس میں صراحت ہو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصافحہ کے وقت بائیں ہاتھ کو دور رکھنے کا حکم دیا ہو یا صراحت ہو کہ آپ نے دائیں ہاتھ سے مصافحہ کیا اور بائیں ہاتھ کو دور رکھا ساتھ نہ لگایا یا اسی صراحت کے ساتھ کسی صحابی یا تابعی کا اثر دکھا دیں اور اس کی صحت بھی امتیوں کی تقلید کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!!

☆☆☆



سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا

سوال: ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ننگے سر نماز کی چند صورتیں ہیں:

1- مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے۔

2- سستی کی وجہ سے کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو مکروہ تنزیہی ہے جس کی وجہ سے ثواب کم ہو جائے گا۔

3- ننگے سر نماز کو سنت سمجھے بغیر عادت بنالی جائے تو مکروہ تحریمی ہے۔

4- ننگے سر نماز کو سنت سمجھ کر اختیار کرنا بدعت ہے

5- ننگے سر نماز کو افضل و سنت سمجھنا اور نماز میں سر ڈھانپنے کو حقیر جاننا، کفر ہے۔ ملاحظہ کیجیے (فتاوی عالمگیری ج1 ص106، درمختار ج1 ص474، ردالمختار ج1 ص482، فتاوی قاضی خان ج1 ص118)

قرآن کریم میں حکم ہے: ''خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. نماز کے وقت اپنا خوب صورت لباس اختیار کرو!'' چونکہ عمامہ اور ٹوپی بھی لباس میں شامل ہے لہذا اس آیت کے بموجب نماز میں عمامہ یا ٹوپی پہننا چاہیے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک باب ہے'' بَابُ مَنْ كَانَ يَسْجُدُ عَلٰى كَوْرِ الْعِمَامَةِ وَلَا يُرٰى بِهِ بَأْساً.'' ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک پگڑی کے بل پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس باب میں آٹھ حدیثیں درج ہیں دوسرا باب ہے۔ بَابُ مَنْ كَرِهَ السُّجُوْدَ عَلٰى كَوْرِ الْعِمَامَةِ ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک پگڑی کے بل پر سجدہ مکروہ ہے اس باب میں بارہ احادیث ہیں صرف ان دو بابوں کی بیس حدیثوں کو ہی دیکھ لیں تو ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت طریقہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا ہے۔

غیر مقلد علماء کی تحقیق:

1- جماعت اہل حدیث کے بانی شمس العلماء شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین فرماتے ہیں: ''جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے اس شہنشاہ احکم الحاکمین نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی نسبت یہ حکم کیا ہے کہ تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے لے لیا کرو۔ یعنی اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھا کرو اور کپڑے میں عمامہ بھی داخل ہے۔ کیونکہ عمامہ ایک مسنون کپڑا ہے۔''

(فتاویٰ نذیریہ؛ ج3 ص372)

-2 مشہور غیر مقلد عالم مولانا سید داؤد غزنوی اور مولانا عبدالجبار غزنوی فرماتے ہیں: ’’ابتداء عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گذری جس میں بصراحت مذکور ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو، چہ جائیکہ معمول بنالیا ہو۔اس لیے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔اگر عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ ہوگی اور اگر سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا۔غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسند عمل ہے۔‘‘

(فتاوی علمائے حدیث؛ ج4 ص290)

-3 شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: ’’صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے۔‘‘ (فتاوی ثنائیہ؛ ج1 ص524)

-4 شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں: ’’غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کی عادت اختیار کرنا ثابت نہیں۔محض بے عملی یا بدعملی یا کسل (سستی) کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔العیاذ باللہ (اللہ کی پناہ)‘‘ نیز فرماتے ہیں: ’’کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلتِ عقل سے۔‘‘

(فتاوی علماء حدیث؛ ج4 ص286 تا289)

-5 شیخ الحدیث مولانا ابو سعید شرف الدین فرماتے ہیں: ’’بحکم خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر پر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت ہے اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ (یعنی بدعت) ہے اور خلاف سنت ہے۔‘‘ (فتاوی ثنائیہ؛ ج1 ص592)

-6 غرباء اہل حدیث کے امام و مفتی مولانا عبدالستار صاحب فرماتے ہیں: ’’ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنی اولیٰ وافضل ہے کیونکہ ٹوپی اور عمامہ باعث زیب وزینت ہے۔‘‘

(فتاویٰ ستاریہ؛ ج3 ص59)

-7 غیر مقلد عالم مولانا عبدالمجید سوہدروی فرماتے ہیں: ’’ننگے سر نماز ہو جاتی ہے مگر بطور فیشن لاپرواہی اور تعصب کی بناء پر مستقل یہ عادت بنالینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جارہا ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔‘‘

(فتاویٰ علماء حدیث؛ ج4 ص281)

8- غیر مقلدین کے شیخ العرب والعجم مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی فرماتے ہیں: ''یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سر پر عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں رکھتے تھے اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج وعمرہ کے کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ننگے سر گھومتے پھرتے تھے یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آ کر عمامہ وغیرہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی ...... ہم نے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو دیکھا وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں یہ آج کل نئی نسل خصوصاً اہلحدیث جماعت کے افراد نے معمول بنا رکھا ہے اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جا سکتا ہے، مسنون نہیں۔''

(الاعتصام لاہور ج45 شمارہ 30,27 جولائی 1993ء)

9- غیر مقلدین کے مشہور عالم مورخ اسلام مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب فرماتے ہیں: ''مشاہیر علمائے حدیث ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب قرار دیتے تھے لیکن نئے دور کے اہلحدیث علماء ننگے سر نماز پڑھنے کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' لاہور)

نوٹ: اگر غیر مقلدین صحیح حدیث میں دکھا دیں کہ پوری زندگی میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا کسی صحابی نے کپڑا ہونے کے باوجود بغیر مجبوری کے مسجد میں فرض نماز ننگے سر پڑھی ہے اور اس حدیث کو امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر صحیح ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ دیدہ باید!!!

☆☆☆

نماز میں دونوں پائوں کے درمیان فاصلہ

سوال: نمازی کے دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

جواب: امام اور منفرد اپنے جسم کی ساخت کے مطابق بغیر مشقت اٹھانے کے اس طرح نماز میں کھڑے ہوں کہ پاؤں کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور قیام رکوع اور سجود کی حالت میں پاؤں ایک جگہ جمے رہیں۔ سجدہ کرتے وقت پاؤں کو پھیلانا یا سکیڑنا نہ پڑے اور تکبرانہ انداز بھی معلوم نہ ہو البتہ نماز با جماعت کی صف بندی کرنے میں دو چیزوں کی احادیث میں سخت تاکید کی گئی ہے:

1- نمازی حضرات صف میں اس طرح پاؤں گھٹنے، کندھے اور گردنیں برابر کریں کہ صف بالکل سیدھی بن جائے کوئی نمازی بھی صف میں آگے پیچھے نہ ہو ورنہ صف ٹیڑھی ہو جائے گی۔

2- نمازی اتنے قریب قریب ہو کر کھڑے ہوں کہ دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ نہ رہے ہے جماعت کی صف بندی کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

1- حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف چہرہ کر کے تین مرتبہ فرمایا: ”اپنی صفیں سیدھی کرلو اللہ کی قسم اگر تم اپنی صفیں سیدھی نہ کرو گے تو اللہ تعالی تمہارے قلوب میں باہمی مخالفت پیدا کر دے گا۔“ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں: ”اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ہر آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنے گھٹنے کو اس کے گھٹنے سے اور قدم کو اس کے قدم سے ملاتا ہے۔“

(ابوداؤد؛ ج1 ص97)

2- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”صفوں کو سیدھا کرو! کندھوں کو برابر کرو! خالی جگہوں کو پر کرو! اپنے بھائیوں کے آگے نرم رہو اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو۔“

(ابوداؤد؛ ج1 ص97)

3- حضرت انسؓ بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اپنی صفوں میں تم قریب قریب ہو جاؤ اور گردنیں برابر کرو۔“

(ابوداؤد؛ ج1 ص97)

ان احادیث سے چند امور معلوم ہوئے:

1- اصل مقصود یہ ہے صفیں سیدھی ہوں اور نمازی اس طرح صف بندی کریں کہ

درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔

2- ٹخنے سے مراد قدم ہے یعنی پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانا کیونکہ ٹخنے سے ٹخنہ تب مل سکتا ہے کہ دونوں پاؤں کو باہر کی جانب ٹیڑھا کیا جائے لیکن اس طرح نماز میں کھڑا ہونا مشکل ہے۔لہذا ٹخنہ سے مراد قدم ہے۔

3- پاؤں وغیرہ کو حقیقتاً پاؤں کے ساتھ ملانا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ہے قریب قریب کرنا کیونکہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث میں تین چیزیں ملانے کا حکم ہے۔ٹخنہ، گھٹنا، کندھا اور گھٹنا، گھٹنے سے کسی صورت نہیں مل سکتا اور جب پاؤں ملانے کے لئے ٹانگیں چوڑی کریں گے تو کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو جائے گا اور اگر بالکل پاؤں کو پاؤں سے کندھے کو کندھے سے ملا دیا جائے تو نماز پڑھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔نمازیوں کی ایک دوسرے سے دھکم پیل ہوگی اس لیے نماز میں پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانے کی کوشش میں لگا رہنا، لغو حرکت ہے اور اپنی نماز کو ضائع کرنا ہے۔جس کو اصرار ہو کہ حدیث میں الزاق (ملانے) کا حکم ہے اس لیے وہ پاؤں سے پاؤں ملاتا ہے تو اس کو کہا جائے حدیث میں کعب (ٹخنہ) کا لفظ ہے لہذا دونوں طرف اپنے ٹخنے ملایا کرو! نیز گھٹنے بھی، کندھے بھی ملاؤ! اس لیے غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ چھنگلی کو چھنگلی کے ساتھ یا پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانے کی بے جا حرکت سے باز آئیں۔پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد قریب قریب کھڑا ہونا ہے اس طور پر کہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔

4- یہ بھی معلوم ہوگیا کہ پاؤں کا درمیانی فاصلہ شریعت میں مقرر نہیں البتہ جسمانی ساخت اور نماز میں خصوصاً سجدہ کی حالت میں پاؤں کو اپنی جگہ سے ہلانا نہ پڑے ورنہ نماز کے سکون کے خلاف ہوگا نیز کندھوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو لہذا پہلے کندھے ملائیں پھر اس کے مطابق دونوں پاؤں رکھیں۔مشاہدہ یہ ہے کہ جو آدمی زیادہ جسیم و لحیم نہ ہو اس کے لیے چار انگلیوں سے چھ انگلیوں تک کا فاصلہ کافی ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدین اپنی نماز درست کریں:

آج کل غیر مقلدین حضرات جس قدر پاؤں کے درمیان فاصلہ کرتے ہیں اس سے نماز میں کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں:

1- پاؤں اتنے چوڑے رکھیں تو سجدہ اور سجدہ کے بعد بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے۔اس لیے وہ سجدہ میں سمیٹ لیتے ہیں کھڑے ہونے کے بعد پھیلا لیتے ہیں یہ نماز کے سکون کے خلاف ہے۔

2- کندھوں کے درمیان فاصلہ بہت بڑھ جاتا ہے جو احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔

3- غیر مقلدین جیسے پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں اگر ان میں سے ہر دو نمازیوں کو سنی حضرات کی طرح اس طور پر کھڑا کریں کہ ہر ایک کے دونوں پاؤں کے درمیان چار چار انگشت کا فاصلہ ہو اور کندھے قریب قریب ہوں تو درمیان میں مزید ایک نماز کی جگہ نکل آتی ہے پس اگر پچاس غیر مقلدین کی صف ہو اور وہ پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوں تو درمیان میں کافی نمازیوں کی جگہ خالی رہ جاتی ہے۔جس کو وہ پاؤں پھیلا کر پُر کرتے ہیں حالانکہ اس جگہ کو نمازیوں سے پُر کرنے کا حکم ہے نہ کہ پاؤں پھیلا کر۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ تم میں سے بہتر وہ نمازی ہیں جو کندھوں کے اعتبار سے نرم ہیں۔یعنی جب دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ ہو اور کوئی دوسرا نمازی درمیان میں آ کر کھڑا ہونا چاہے تو ان کے کندھے رکاوٹ نہیں بنتے۔نیز بوقت صف بندی اگر دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ ہو اور ان کو قریب کیا جائے تو وہ قریب ہو جائیں یہ کہیں حدیث پاک میں نہیں کہ اگر خالی جگہ ہو تو اس کو پاؤں پھیلا کر پُر کریں۔غیر مقلدین کی صفوں میں ہر دو غیر مقلدین کے درمیان ایک نمازی کی جگہ خالی ہوتی ہے۔جس کو وہ ٹانگیں چوڑی کر کے پُر کرتے ہیں جو مذکورہ بالا حدیث کے خلاف ہے اور صف بھی اس خلا کی وجہ سے ناقص رہتی ہے۔

4- چونکہ حدیث پاک میں پاؤں، گھٹنے، کندھے، قریب کرنے کا حکم ہے۔غیر مقلدین پاؤں تو خوب ملاتے ہیں لیکن گھٹنوں اور کندھوں میں فاصلہ بڑھا لیتے ہیں یہ بھی حدیث پاک کے خلاف ہے۔اَللّٰھُمَّ اھْدِھِمْ جب غیر مقلدین مردوزن نے حنفیوں کی ضد میں ٹانگیں چوڑی کرنی شروع کر دیں تو غیر مقلدین علماء نے ان متعصب غیر مقلدوں کی اصلاح کے لیے فتوے بھی جاری کیے۔

آپ وہ ملاحظہ فرمائیں:

1- مولانا عبداللہ روپڑی فرماتے ہیں: ''بعض لوگ قدم زیادہ چوڑے کر کے کھڑے ہوتے ہیں جس سے کندھے نہیں ملتے، وہ غلطی کرتے ہیں۔کیونکہ اس حدیث میں جیسے قدم ملانے کا ذکر ہے، کندھے ملانے کا بھی ذکر ہے۔''

(فتاویٰ علماء حدیث؛ 3/21)

2- بعض غیر مقلدین کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں ملا لیتے ہیں پھر سجدہ میں ہٹا لیتے ہیں ان کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا روپڑی صاحب فرماتے ہیں: ''پھر سجدہ میں اپنی جگہ سے ہٹائے جاتے ہیں پھر اُٹھ کر ملائے جاتے ہیں، جیسے جاہلوں کی عادت ہے۔ایسا جدا کرنا اور ملانا تو ٹھیک نہیں کیونکہ نماز میں بلاوجہ پاؤں کو اِدھر اُدھر کرنا ناجائز ہے بلکہ تمام نماز میں

پاؤں ایک جگہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ نماز میں فضول حرکت نہ ہو۔''

(فتاویٰ علماء حدیث: 3/199)

نوٹ: غیر مقلدین حضرات اپنے دعویٰ کے مطابق حدیث میں تاویل کیے بغیر حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث کے مطابق ٹخنے سے ٹخنہ، گھٹنے سے گھٹنا، کندھے سے کندھا ملا کر نماز شروع کر دیں یا اپنا موجودہ عمل کہ کھڑے ہو کر پاؤں کو پاؤں سے ملانا اور ٹخنے سے ٹخنہ، گھٹنے سے گھٹنا، کندھے سے کندھا دور رکھنا، کسی قولی یا فعلی صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث میں دکھا دیں اور اس کی صحت امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

☆☆☆

نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا

سوال: سنی حضرات نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کندھوں تک اٹھاتے ہیں، اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ملاحظہ کیجئے!

1- عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا افۡتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیۡہِ حَذۡوَ مَنۡکِبَیۡہِ۔

(سنن نسائی؛ ج1 ص140)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔''

2- حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں۔ ''صَلَّیۡتُ خَلۡفَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ فَلَمَّا افۡتَتَحَ الصَّلٰوۃَ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیۡہِ حَتّٰی حَاذَتَا اُذُنَیۡہِ۔''

(سنن نسائی؛ ج1 ص140)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پس جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ اپنے کانوں کے برابر کیئے۔''

3- ''عَنۡ مَالِکِ بۡنِ الۡحُوَیۡرِثِ .... اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ اِذَا صَلّٰی رَفَعَ یَدَیۡہِ حِیۡنَ یُکَبِّرُ حِیَالَ اُذُنَیۡہِ۔''

(سنن نسائی؛ ج1 ص140)

حضرت مالک بن الحویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتے تو تکبیر کے وقت ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے۔''

4- عَنۡ مَالِکِ بۡنِ الۡحُوَیۡرِثِ قَالَ رَأَیۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ حِیۡنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیۡہِ........ حَتّٰی حَاذَتَا فُرُوۡعَ اُذُنَیۡہِ.

(سنن نسائی؛ ج1 ص140، مسلم؛ ج1 ص168)

حضرت مالک بن الحویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ نماز میں داخل ہوتے تو اپنے دونوں کانوں کے کناروں تک ہاتھ اٹھاتے۔''

5- حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے: ''رَأَى النَّبِيَّ ﷺ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكَادَ اِبْهَامَاهُ تُحَاذِيْ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ.'' (سنن نسائی؛ ج1 ص141)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ ''انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب تھے۔''

6- حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے: ''اِنَّهُ اَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذٰى بِاِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ۔
(سنن ابوداؤد؛ ج1 ص105)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ ''انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کیے۔''

7- ''عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ اُذُنَيْهِ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلٰى صُدُوْرِهِمْ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَاَكْسِيَةٌ۔'' (سنن ابوداؤد؛ ج1 ص105)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کی تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے پھر میں دوبارہ آیا تو میں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور ان پر ٹوپیاں اور چادریں ہیں۔''

فائدہ: امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنی فقاہت اور اجتہادی رائے سے ان مختلف روایات کے درمیان تطبیق یوں دی کہ نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں، انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں تا کہ بیک وقت سب روایات پر عمل ہو جائے۔ باقی سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی روایت عذر و مجبوری پر محمول ہے جیسا کہ یہ جملہ کہ ان پر ٹوپیاں اور چادریں تھیں۔ اسی عذر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ سردی کا موسم تھا چادریں لپٹی ہوئی تھیں اس عذر کی وجہ سے چادروں کے اندر ہی سینے تک ہاتھ اٹھائے۔

نوٹ: اگر غیر مقلدین ان مختلف روایات کے درمیان نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیصلہ صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث میں دکھا دیں کہ آپ نے کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا ہو اور کانوں تک اٹھانے سے منع کیا ہو یا آپ نے اختیار دیا ہو کہ تمہیں اختیار ہے جیسے چاہو کر لو یا کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث راجح ہے اور اس حدیث کی صحت امتیوں کے

اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے ورنہ دھوکہ دینا چھوڑ دیں کہ ہم صرف قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں اور تقلید نہیں کرتے۔

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

سوال: کیا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی کوئی دلیل ہے؟

جواب: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ کے عمل سے ثابت ہے۔ ملاحظہ کیجیے!!

1- ”عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَضَعَ یَمِیْنَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص390)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے فرمایا: ”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔“

2- ”عَنْ عَلِیٍّ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَیْدِیْ تَحْتَ السُّرَّةِ۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص391: مسند احمد؛ ج1 ص110)

حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ”نماز کی سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔“

3- ”قَالَ الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْ سَأَلْتُهٗ قَالَ قُلْتُ کَیْفَ یَصْنَعُ قَالَ یَضَعُ بَاطِنَ کَفِّ یَمِیْنِهٖ عَلٰی ظَاهِرِ کَفِّ شِمَالِهٖ وَ یَجْعَلُهَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص391: آثار السنن ص71 وقال اسنادہ صحیح)

حضرت حجاج بن حسانؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابومجلزؒ سے سنا، یا دریافت کیا کہ ”نمازی ہاتھ کس طرح رکھے؟ تو انہوں نے کہا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بیرونی حصہ پر رکھے اور اس کو ناف کے نیچے رکھے۔“

4- ”عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ یَضَعُ یَمِیْنَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص390: آثار السنن؛ ص71 اسنادہ حسن)

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے کہا: ”اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔“

5- ”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔“

(الجوہر النقی علی البیہقی؛ ج2 ص31 محلی ابن حزم ج1 ص)

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: ''ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔''

6- ''عَنْ اَنَسٍ قَالَ ثَلاثٌ مِّنْ اَخْلاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ وَ تَاخِيْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْيَدِّ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.''

(الجوہر النقی علی البیہقی؛ ج 2 ص 32: محلیٰ ابن حزم؛ ج 3 ص 30)

حضرت انسؓ نے فرمایا: ''تین باتیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں؛ روزہ کے افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔''

7- ''عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِى الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ .''

(دار قطنی، بیہقی مسند اہل بیت؛ ص 174)

امیر المومنین حضرت علیؓ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نماز میں سنت یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور ناف کے نیچے باندھے۔'' یاد رہے مسند اہل بیت غیر مقلدین کی کتاب ہے اس کا مصنف محمد بن محمد الباقری ہے جو دو واسطوں سے میاں نذیر حسین کا شاگرد ہے جیسا کہ اس مسند کے ص 8 پر درج ہے آدمی کی عجز و انکساری اور فطرتی ادب کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اگر غیر مقلدین سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ساتھ سنت کا لفظ دکھا دیں تو ہم ان کو سچا مان لیں گے۔

غیر مقلدین کی گستاخی:

غیر مقلد عالم مولانا محمد حنیف فرید کوٹی ان حدیثوں کی یوں توہین کرتا ہے: ''آپ اور آپ کے مقتدی تو بالکل ہی آلہ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں جس سے وضو ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے۔''

(قول حق؛ ص 41)

نوٹ نمبر 1: غیر مقلد اپنا دایاں ہاتھ بائیں کہنی پر اور بایاں ہاتھ دائیں کہنی پر رکھ کر دونو ہاتھ سینے پر رکھ لیتے ہیں اگر غیر مقلدین اپنے اس عمل پر صحاح ستہ سے ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کردیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

نوٹ نمبر 2: غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاویٰ ثنائیہ ج 1 ص 443 میں لکھا ہے: ''سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔'' نیز فتاویٰ ثنائیہ ج 1 ص 457 میں لکھا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔'' اور مجاہدین لشکر طیبہ کا نصابی کتابچہ ریاض المجاہدین کے ص 90 پر عنوان دیا ''سینے پر ہاتھ باندھنا'' اور حوالہ بخاری باب

نمبر 477 صفحہ 371 ج 1 کا دیا ہے اسی طرح ''سنن نسائی'' کا حوالہ دیا ہے۔ اگر وہ حدیث مع عربی متن وسند بخاری، مسلم، سنن نسائی میں دکھا دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

قرآت خلف الامام پر دوام ہے یا ترک؟

سوال: سنی حضرات امام کے پیچھے قرأۃ نہیں کرتے۔ کیا اس پر دلیل ہے؟

جواب: ہمارے پاس بہت دلائل ہیں لیکن دلائل پیش کرنے سے پہلے دو باتیں معلوم کرلیں:

1- فاتحہ قرأۃ ہے یا نہیں؟

2- سنی حضرات اور غیر مقلدین کے درمیان جھگڑا کیا ہے؟

فاتحہ قرآت ہے:

یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ فاتحہ قراۃ ہے:

1- صحیح بخاری؛ ج 1 ص 103 حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

''کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَسْکُتُ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَبَیْنَ الْقِرَاْۃِ ....فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْکَاتُکَ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَبَیْنَ الْقِرَاْۃِ مَاتَقُوْلُ؟ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ.''......الخ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر اور قرآت کے درمیان کچھ آہستہ آہستہ پڑھتے۔ میں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تکبیر اور قرآت کے درمیان آہستہ کیا کہتے ہیں؟'' فرمایا: ''میں کہتا ہوں **اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ**...... الخ اور غیر مقلدین مانتے ہیں کہ یہ دعا تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔ لہذا یہاں فاتحہ کو قرآت کہا گیا ہے اور اگر غیر مقلدین کو اصرار ہے کہ فاتحہ قرآت نہیں بلکہ فاتحہ کے بعد والی سورت قرآت ہے تو اس حدیث کے مطابق غیر مقلدین کو چاہیے کہ فاتحہ ختم کر کے تکبیر کہیں پھر **اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ** والی دعا پڑھیں اس کے بعد سورۃ پڑھیں۔

2- امام بخاریؒ نے باب قائم کیا'' **بَابُ وُجُوْبِ الْقِرَاْۃِ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ**'' اس کے تحت حدیث نقل کی ہے ''**لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ**'' پس معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک فاتحۃ الکتاب قرآت ہے۔

3- **''عَنْ اَنَسٍ قَالَ؛ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ یَسْتَفْتِحُوْنَ الْقِرَائَۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.''**

(سنن نسائی؛ ج 1 ص 143: بخاری؛ ج 1 ص 104)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابو بکرؓ اور عمرؓ قرآت شروع کرتے تھے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن'' کے ساتھ۔

4- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع کرتے تکبیر کے ساتھ اور قرآت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن'' کے ساتھ۔

(مسلم؛ ج1 ص194)

نیز امام نسائی نے ج1 ص143,142 پر چار باب قائم کیے ہیں ''بَابُ الدُّعَآءِ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَ الْقِرَأَۃِ'' ان میں قرآت سے مراد فاتحہ ہے کیونکہ یہ دعائیں تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ امام نسائیؒ کے نزدیک فاتحہ قرآت ہے۔

نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کردیں جس میں صراحت ہو کہ فاتحہ قرآت نہیں ہے اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

فائدہ: ہم نے یہ تحقیق اس لیے لکھی ہے کہ آگے دلائل میں جہاں قرآت کا لفظ آئے گا وہاں فاتحہ بھی اس میں داخل ہوگی کیونکہ فاتحہ بھی قرآت ہے پس جو حکم قرآت کا ہوگا، وہی فاتحہ کا ہوگا۔

محل نزاع:

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ نبی علیہ السلام کی اخیر زندگی تک صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرآت کرتے رہے جبکہ اہل السنّت والجماعت کا دعویٰ یہ ہے کہ پہلے امام کے پیچھے قرآت ہوتی تھی بعد میں متروک ہوگئی اور امام کی قرآت کو ہی مقتدی کی قرآت قرار دیا گیا اور مقتدی کو خاموش رہنے اور امام کی قرآت پر اکتفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

گویا امام و مقتدی دونوں کی قرآت کے ساتھ ہوتی ہے۔ امام کی اس لیے کہ خود اس نے قرآت کی ہے مقتدی کی اس لیے کہ امام کی قرآت مقتدی کی قرآت ہے جبکہ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ امام کی قرآت مقتدی کی قرآت نہیں بلکہ وہ اپنی قرآت جدا کرے گا۔

ہمارے پاس پانچ قسم کے دلائل ہیں:

قسم اول: امام کی قرآت مقتدی کی قرآت ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

1- حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے نبی علیہ السلام کے پیچھے قرآت کی اثناء نماز میں ایک آدمی نے اشارہ سے اس کو قرآت سے منع کیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو قرآت کرنے والے نے منع کرنے والے سے کہا کہ تم مجھے نبی

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرآت کرنے سے کیوں روکتے ہو؟ وہ دونوں یہ باتیں کر رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے ان کی گفتگو سن لی اور ارشاد فرمایا: ''جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کے لیے امام کی قرآت ہی کافی ہے

(کتاب القراۃ؛ بیہقی ص 126)

2- حضرت جابرؓ بن عبداللہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرآت ہی اس کی قرآت ہے۔''

(موطا امام محمد؛ ص 98)

3- حضرت جابرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرآت ہی مقتدی کی قرآت ہے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج 1 ص 377)

4- حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرآت ہی مقتدی کی قرآت ہے۔

(فتح القدیر؛ ج 1 ص 295: مسند احمد؛ ج 3 ص 339)

5- حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرآت ہی مقتدی کی قرآت ہے۔''

(کتاب القراۃ؛ امام بیہقی ص 138)

6- حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز میں امامت کرائی اور ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرآت کی جو نمازی اس کے ساتھ کھڑا تھا اس نے اس کا ذرا بدن دبایا تا کہ قرآت سے باز آجائے جب نماز ہو چکی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں دبایا تھا؟ منع کرنے والے نے کہا: ''چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے قرآت کر رہے تھے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی قرآت کرو۔'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا: ''جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرآت ہی مقتدی کی قرآت ہے۔''

(موطا امام محمد؛ ص 101)

7- حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ہر نماز میں قرآت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' ایک انصاری

بولے تو پھر قرآت ضروری ہوگئی؟ حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں: ''تمام اہل مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ''میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قرآت مقتدیوں کو کافی ہے۔''

(دار قطنی؛ ج1 ص332)

8- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرآت ہی مقتدی کی قرآت ہے۔''

(کتاب القراۃ؛ص170)

9- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''جس کے لیے امام ہو تو امام کی قرآت ہی اس کی قرآت ہے۔''

(کتاب القراۃ؛ص156)

10- حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تجھے امام کی قرآت کافی ہے چاہے وہ آہستہ آواز سے قرآت کرے یا اونچی آواز سے۔''

(دار قطنی؛ ج1 ص331)

11- حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تم قرآت کرتے ہو جبکہ امام قرآت کر رہا تو صحابہ کرامؓ چپ رہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار یہی سوال کیا۔ صحابہ کرامؓ بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایسے مت کرو۔''

(شرح معانی الآثار؛259)

12- نواس بن سمعانؓ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی میری داہنی طرف ایک انصاری صحابی تھے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرآت کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا میرے پیچھے کس نے قرآت کی؟ انصاری بولے: ''میں نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے تو امام کی قرآت ہی مقتدی کی قرآت ہے۔ جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان

سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی حصہ ملا ہے؟؟؟

(کتاب القراۃ؛ص176)

13- یحیٰی بن عبداللہؒ اور یزید بن ابی عیاضؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’تم میں سے جس کے لیے امام ہو اور وہ اس امام کی اقتداء کرے تو مقتدی اس کے ساتھ ہرگز قرآت نہ کرے کیونکہ امام کی قرآت ہی اس کی قرآت ہے۔

(کتاب القراۃ ص183)

نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کردیں کہ امام کی قرآت مقتدی کی قرآت نہیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

قسم دوم: امام کی قرآت کے وقت مقتدی خاموش رہیں۔

الف: ہماری اس دلیل کی پانچ خوبیاں ہیں:

1- کتاب صحاح ستہ میں سے ہے۔ 2- قرآن کریم کی آیت ہے۔

3- اس پر تفسیر کا عنوان ہے۔ 4- تفسیر مرفوع متصل حدیث کے ساتھ کی گئی ہے

5- اس حدیث کو صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ج1 ص174 پر اس کو صحیح کہا ہے وہ کتاب سنن نسائی ہے۔ ج1 ص146 قرآن کی آیت ہے۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الایہ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف خوب کان لگاؤ اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اس پر امام نسائیؒ نے عنوان قائم کیا ہے تاویل قوله عزوجل ......الخ یعنی اللہ عزوجل کے قول کی تفسیر۔ تفسیر کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اس آیت میں تین امور غیر واضح ہیں۔

1- قرآت کرنے والا کون ہے؟

2- کس وقت اس کی کس حالت میں قرآت کی جائے؟

3- کان لگانے اور خاموش رہنے کا حکم کن لوگوں کو ہے؟ امام نسائی نے نبی ﷺ کی حدیث کے ساتھ تفسیر کے یہ تینوں امور واضح کردیے ہیں وہ حدیث یہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں امام اس لیے ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو اور جب وہ قرآت کرے تم خاموش رہو اس سے معلوم ہوگیا کہ قرآت کرنے والا امام ہے اور وہ نماز کی حالت میں قرآت کرتا ہے کان لگانے، خاموش رہنے کا حکم مقتدیوں کو ہے۔ اس قوی

دلیل سے ثابت ہوا کہ امام جب قرآت کرے تو مقتدی خاموش رہیں اور چونکہ خاموش رہنے کا حکم امام کی قرآت پر مرتب ہو رہا ہے اور وہ جہری وسری دونوں نمازوں میں قرآت کرتا ہے تو مقتدی بھی دونوں نمازوں میں خاموش رہے۔ خواہ قرآت فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ اور یہاں استماع اور انصات کا وہی معنی ہے جو صحیح بخاری ج 1 ص 3 پر فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ کی تفسیر میں ہے فَاسْتَمِعْ لَهٗ وَاَنْصِتْ یعنی کان لگا اور اس طرح خاموش رہ کہ زبان کو حرکت بھی نہ ہو۔ اس کے مقابلہ میں غیر مقلدین کے پاس ان خوبیوں کی حامل ایک بھی دلیل نہیں اگر اس آیت کی کوئی غیر مقلد دوسری تفسیر کرے تو وہ بھی صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں صحیح حدیث کے ساتھ تفسیر پیش کرے محض احتمالات اور کمزور روایتوں کی وجہ سے اس اعلیٰ درجہ کی تفسیر کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

1- ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کر لو پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ ''ولا الضآلین'' کہے تو تم ''آمین'' کہو۔

(بروایت جریر عن سلیمان عن قتادہ؛ مسلم: ج 1 ص 174)

2- حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی فرمایا: ''جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے ''وَاِذَا قَرَأَ (الامام) فَاَنْصِتُوْا''، اور جب وہ امام قرآت کرے تو تم خاموش رہو۔

(مسند احمد ج 2 ص 415، صحیح ابی عوانہ ج 2 ص 133، ابن ماجہ ص 61)

3- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآت کرے تو تم خاموش رہو۔''

(نسائی ج 1 ص 107: مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 377)

4- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا اور جب وہ قرآت کرے تو تم خاموش رہو۔''

(ابن ماجہ؛ ص 61: مسند احمد ج 2 ص 376)

5- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب امام قرآت کرتے تو تم خاموش رہو۔''

(کتاب القراۃ؛ص113)

6- حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرآت کرنے لگے، نماز پوری ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرآت کی ہے؟ تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال کیا۔ ایک صاحب بولے: ''جی ہاں! یا رسول اللہ میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی'' پڑھ رہا تھا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا ہو گیا کہ مجھے قرآن کی قرآت میں کشمکش میں ڈال دیا جاتا ہے کیا تمہیں امام کی قرآت کافی نہیں ہے؟ امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہذا فَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا جب وہ قرآت کرے تو تم خاموش رہا کرو!''

(کتاب القراۃ؛ص163،115)

نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک حدیث صحیح، صریح، مرفوع اور متصل پیش کر دیں جس میں آپ نے مقتدیوں کو اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا اِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا اِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا کی طرح حکم دیا ہو اِذَا قَرَأَ فَاقْرَئُوْا اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم سوم: مدرک رکوع مدرک رکعت ہے:

اگر کوئی مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کی رکعت ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس نے تکبیر تحریمہ کہنے کی مقدار قیام بھی کیا ہو اور تکبیر تحریمہ بھی کہی ہو۔ مقتدی کی یہ رکعت اس لیے ہو جاتی ہے کہ امام کی قرآت مقتدی کی قرآت ہے خواہ اس نے شروع سے امام کے پیچھے اقتداء کی ہو یا قرآت کے درمیان میں آ کر شامل ہوا ہو یا رکوع میں شامل ہوا ہو۔ اگر مقتدی پر اپنی قرآت فرض ہوتی تو مدرک رکوع کی رکعت نہ ہونی چاہیے! حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ مدرک رکوع، مدرک رکعت ہوتا ہے۔

احادیث ملاحظہ کیجیے:

1- حضرت ابو بکرؓ سے اس حالت میں پہنچے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں تھے انہوں نے صف تک پہنچنے سے قبل ہی رکوع کر لیا پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کہا زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصاً وَلَا تُعِدْ اللہ تعالی تیرے حرص کو زیادہ کرے اور مت لوٹا تو یعنی نماز کو

(بخاری؛ ج1ص108)

حافظ محمد اسماعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں: ''لَا تُعِدْ اعادہ سے مشتق ہے یعنی اللہ تعالی

تجھ میں طلب خیر کے حرص کو زیادہ کرے اور اپنی نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔

(سبل السلام؛ ج2 ص53 حدیث 21)

2- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم نماز کی طرف آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدہ کرو اور اس کو کچھ بھی شمار نہ کرو وَمَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ اور جس نے رکوع کو پالیا اس نے نماز کو پالیا۔"

(ابوداؤد ج1 ص129)

3- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تلخیص حبیر ج2 ص41 میں فرماتے ہیں: "میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا تو اس میں یہ حدیث پائی حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے امام کے ساتھ رکوع کو پالیا قبل اس کے کہ وہ اپنی کمر سیدھی کرے پس تحقیق اس نے رکعت کو پالیا۔" مزید حدیثیں فتاوی ستاریہ ج1 ص53 تا ص57 میں ملاحظہ فرمائیں اور آثار صحابہ مصنف ابن ابی شیبہ طبع کراچی جلد اول ص243 ص244 ص254، ص255 پر ملاحظہ ہوں۔

نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کریں جس میں صراحتاً مذکور ہو کہ مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم چہارم:

1- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں ام الکتاب نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔

(کتاب القراءۃ؛ امام بیہقی ص171)

2- حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے۔" (یعنی امام کے پیچھے فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے)

(کتاب القراۃ؛ امام بیہقی 136)

3- حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔"

(کتاب القراۃ ص371 ص136، سنن کبری ج2 ص69)

4- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا: ''ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے، وہ نماز نہیں۔ مگر امام کے پیچھے۔''
(کتاب القراۃ: امام بیہقی ص 173)

ان روایات کے علاوہ اس مضمون کی مزید احادیث کتاب القراۃ کے ان صفحات پر ملاحظہ فرمائیں ص 138 ص 122 نیز سنن دار قطنی ج 1 ص 327، موطا مالکؒ ص 66، سنن ترمذی ص 71 اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شرح نخبۃ الفکر میں قاعدہ لکھتے ہیں وَبِکَثْرَۃِ الطُّرُقِ یَصِحُّ کثرت اسناد کی وجہ سے حدیث کو صحیح قرار دیا جاتا ہے۔

نوٹ: قرآت خلف الامام کے متعلق پانچ طرح کی مختلف روایات ہیں

1- لاَ صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَصَاعِدًا۔
(مشکوۃ ص 78 بحوالہ صحیح مسلم)

اس آدمی کی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ اور زائد سورۃ کو نہیں پڑھا۔

2- اَ صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِالْکِتَابِ۔
(مشکوۃ ص 78)

اس آدمی کی نماز نہیں جس نے فاتحۃ الکتاب کو نہیں پڑھا اس میں زائد سورت کو نہ لازم کیا گیا ہے نہ منع کیا گیا ہے۔

3- عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ صَامِتٍ فَلاَ تَقْرَئُوْابِشَیْئٍ مِّنَ الْقُرْآنِ اِذَا جَھَرْتُ. اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ.
(مشکوۃ: ص 81)

جب میں اونچی آواز سے قرآت کروں تو قرآن میں سے کچھ نہ پڑھو مگر ''ام القرآن'' اس حدیث میں جہری اور سری نماز میں فرق کیا گیا ہے جہری نمازوں (مغرب، عشاء، وفجر) میں امام کے پیچھے سورۃ منع ہے لیکن سری میں منع نہیں۔ ورنہ جہری نماز کی تخصیص کا کیا فائدہ؟؟ خلاصہ یہ کہ جہری میں امام کے پیچھے صرف فاتحہ پڑھو زائد سورت نہ پڑھو مگر سری (ظہر وعصر) نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ کے ساتھ زائد سورۃ پڑھنے کی اجازت ہے۔

4- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرآت کی ہے ایک آدمی نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ جی ہاں!'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں بھی سوچتا ہوں میرے ساتھ قرآن کا جھگڑا کیوں کرایا جا رہا ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''یہ بات سن کر لوگ جہری نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرآت کرنے سے رُک گئے

یعنی قرآت خواہ فاتحہ ہو یا زائد سورت دونوں سے جہری نمازوں میں رُک گئے لیکن سری نمازوں میں فاتحہ پڑھتے رہے۔'' (مشکوۃ؛ ج1 ص81)

5- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''امام اس لیے ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو اور جب وہ قرآت کرے تم خاموش رہو۔''

(مشکوۃ شریف؛ ج1 ص81)

اس میں جہری و سری اور فاتحہ و غیر فاتحہ کا فرق ختم کر کے عام حکم کے طور پر فرمایا: ''جب امام قرآت کرے تم خاموش رہو۔'' ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ان مختلف روایات کے بارے میں فقیہانہ اور مجتہدانہ رائے یہ ہے کہ قرآت کے مسئلہ میں تبدیلی ہوتی رہی ہے اخیر میں مقتدیوں کو مطلقاً خاموش رہنے کا حکم دیا اور امام کی قرآت کو ہی مقتدیوں کی قرآت قرار دیا گیا۔ اگر غیر مقلدین نے مختلف متضاد روایات کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث میں صراحتاً دکھا دیں اور اس حدیث کی صحت بھی امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم پنجم:

قرآت خلف الامام کے بارے میں شدت:

1- **نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْقِرَأَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ ۔**

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص139)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام کے پیچھے قرآت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

2- موسیٰ بن عقبہؒ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابو بکر، عمر، عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین امام کے پیچھے قرآت کرنے سے منع فرماتے تھے۔''

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص139)

3- عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں: ''حضرت علیؓ امام کے پیچھے قرآت کرنے سے منع کرتے تھے۔''

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص138)

4- زید بن اسلمؒ کہتے ہیں: ''حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرآت کرنے سے منع کرتے تھے۔''

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص140)

5- حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ پسند ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرآت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ہو۔'' (مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص138)

6- حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''جو امام کے پیچھے قرآت کرتا ہے اس کی فطرت خراب ہے۔''

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص137)

7- حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''جس نے امام کے پیچھے قرآت کی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔''

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص139)

8- حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں: ''جو امام کے پیچھے قرآت کرتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص137، مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص413)

9- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''جو امام کے پیچھے قرآت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارے ہوں۔''

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص138)

10- حضرت سعدؓ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قرآت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارے ہوں۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص412)

11- اسود بن یزید تابعیؒ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قرآت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔''

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص138)

12- حضرت علقمہ بن قیسؒ فرماتے ہیں: ''مجھے پسند کہ جو امام کے پیچھے قرآت کرتا ہو اس کا منہ گرم پتھروں سے بھرا جائے۔''

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص138)

نوٹ:

1: اگر غیر مقلدین امام کے پیچھے فاتحہ کی فرضیت اور 113 سورتوں کی حرمت کے بارے میں صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کر دیں۔

2: قراۃ خلف الامام کے بارے میں نبی پاک ﷺ اور خلفاء راشدین کا تاکیدی حکم

پیش کر دیں۔

3: امام کے پیچھے قرآت نہ کرنے پر نبی اقدس ﷺ سے کوئی سخت وعید کی صحیح حدیث پیش کر دیں اوران احادیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

سوال: ابن ماجہ ص 87، مسند احمد ج 2 ص 232 میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض الوفات میں مسجد میں تشریف لائے حضرت ابوبکر صدیقؓ مکبر بن گئے آپ امام تو آپ نے قرآت وہاں سے آگے شروع کی جہاں حضرت ابوبکرؓ نے چھوڑی تھی۔اس کے مطابق آپ ﷺ کی پوری فاتحہ یا فاتحہ کا کچھ حصہ رہ گیا سوال یہ ہے کہ فاتحہ کے بغیر نبی پاک ﷺ کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟؟؟

☆☆☆

آمین آهسته کهنا مسنون هے:

سوال: سنی حضرات آمین آہستہ کہتے ہیں کیا اس پر کوئی دلیل ہے؟

جواب: جی ہاں! ہمارے پاس دلیل کیا دلائل موجود ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں!!!

1- آمین دعا ہے گیارہویں پارہ میں ''وَقَالَ مُوسٰی رَبَّنَا اِنَّکَ'' موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی لیکن قبولیت کے بیان میں ہے ''قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا'' تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔ دراصل موسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کی ''آمین'' کو بھی ''دعا'' کہا ہے۔

(تفسیر درمنثور ج3 ص315، تفسیر ابن کثیر ج1 ص31 تفسیر خازن ج2 ص306)

اور بخاری ج1 ص107 میں ہے قَالَ عَطَاء: آمِیْنْ دُعَآءٌ حضرت عطا تابعی نے فرمایا آمین دعا ہے۔ تفسیر خازن ج2 ص306 میں ہے اس کا معنیٰ ''اَللّٰھُمَّ اِسْتَجِبْ'' اے اللہ! قبول فرمایئے۔ یعنی معنیٰ بھی دعا والا اور دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

'' اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَۃً'' اپنے رب سے دعا کرو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ۔ لہذا آمین چونکہ دعا ہے تو قرآن کے اس حکم کے مطابق آہستہ ہونی چاہیے امام فخر الدین رازیؒ شافعی مسلک رکھتے ہیں جن کے ہاں آمین جہراً (بلند آواز سے) کہنا افضل ہے اس کے باوجود امام موصوفؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آمین آہستہ کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک آمین بلند آواز سے کہنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آمین میں دو احتمال ہیں یا دعا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ پس اگر دعا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قول '' اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَۃً'' کی وجہ سے آمین آہستہ کہنا واجب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَاذْکُرْ رَبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَۃً'' کی وجہ سے بھی آمین میں اِخفاء واجب ہے اور اگر واجب نہ ہو تو کم از کم مستحب ضرور ہے اور ہم بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر: ج13 ص131)

2- صحیح مسلم ج1 ص176 میں ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب قاری (امام) غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو اس کے مقتدی آمین کہیں۔ پس جس کی آمین آسمان والوں کی آمین کے موافق ہوئی اس کے

سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' فرشتوں کی آمین آہستہ ہوتی ہے کبھی کسی نے فرشتوں کی آمین کی گونج نہیں سنی موافقت تبھی ہوگی کہ وقت بھی ایک ہو اور آہستہ کہی جائے۔

3- ابوداؤد ج 1 ص 113 ترمذی ج 1 ص 59 حضرت سمرہ بن جندبؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو سکتے کرتے (یعنی دو جگہ کچھ آہستہ کہتے) ایک جب تکبیر تحریمہ کہتے (یہ سکتہ اس لیے تھا کہ اس میں ثناء پڑھتے) دوسرا جب **غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ** سے فارغ ہوتے (یہ دوسرا سکتہ اس لیے تھا کہ اس میں آمین کہتے)

4- حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ **غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ** پڑھ چکے تو آمین کہا اور آمین میں اپنی آواز کو آہستہ کیا۔''

(مسند احمد: ج 4 ص 316، دارقطنی: ج 1 ص 334 مستدرک حاکم: ج 2 ص 332 سنن بیہقی: ج 2 ص 57 ترمذی: ج 1 ص 58)

5- حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''امام چار چیزیں آہستہ کہ **اعوذ بالله، بسم الله، آمين، اللهم ربنا لک الحمد.**''

(کنز العمال: ج 8 ص 274، البنایہ: ج 1 ص 620 محلی ابن حزم: ج 2 ص 209)

6- ابووائلؒ کہتے ہیں: ''حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں اعوذ باللہ اور آمین میں اونچی آواز نہیں کرتے تھے۔''

(طحاوی شریف: ج 1 ص 140، الجوہر النقی: ج 1 ص 48)

7- حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں: ''حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بسم اللہ، اعوذ باللہ، اور آمین میں اونچی آواز نہیں کرتے تھے۔''

(معجم طبرانی: ج 9 ص 263)

8- حضرت ابراہیم نخعیؒ تابعی کا فتوی یہ ہے:

''پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں: **سبحانک اللهم، اعوذ بالله، بسم الله، آمين، ربنا لک الحمد.**''

(مصنف عبدالرزاق: ج 2 ص 87، مصنف ابن ابی شیبہ: ج 2 ص 536)

فائدہ: سنی حضرات اور غیر مقلدین کے درمیان اصل اختلاف یہ ہے سنی حضرات کہتے ہیں کہ ان دلائل کی وجہ سے آمین بلند آواز سے کہنے کا طریقہ متروک ہوگیا جبکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخیر زندگی تک ہمیشہ آمین اونچی کہی جاتی رہے۔ لہذا اصل

جھگڑا دوام اور ترک کا ہے تو غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ آمین بالجہر کے دوام پر دلیل پیش کریں۔

غیر مقلدین کا دعویٰ اور عمل:

1- امام ہمیشہ فرضوں کی سترہ رکعتوں میں سے گیارہ رکعات میں آمین آہستہ کہتا ہے اور چھ رکعات یعنی دو مغرب دو عشاء دو فجر میں ہمیشہ بلند آواز سے کہتا ہے۔

2- مقتدی ہمیشہ گیارہ رکعات میں آمین آہستہ اور چھ رکعات میں، اگر مدرک ہو یعنی پوری نماز امام کے ساتھ پالے تو آمین بلند آواز سے کہتا ہے اور اگر مسبوق ہو تو آمین آہستہ کہتا ہے۔

3- منفرد تمام رکعات میں آمین آہستہ کہتا ہے۔

4- امام، مقتدی اور منفرد سنت و نفل میں ہمیشہ آمین آہستہ کہتے ہیں۔

5- آمین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی اذکار یعنی ثناء، تعوذ، تسمیہ، رکوع و سجود کی تسبیح، تشہد، درود شریف آہستہ کہتے ہیں۔

اگر غیر مقلدین اپنے اس عمل و دعویٰ پر صحیح، صریح، مرفوع اور متصل غیر معارض کوئی ایک حدیث پیش کر دیں جس میں ان کے اس عمل پر دوام کی صراحت ہو اور اس حدیث کی صحت اور ہمارے پیش کردہ دلائل کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ان کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

☆☆☆



رفع یدین پر دوام یا ترک

سوال: کیا سنی حضرات کے پاس ترک رفع یدین کی کوئی دلیل ہے؟

جواب: دلائل تو بہت ہیں ہم یہاں چند احادیث لکھتے ہیں:

1- ''عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ اِنَّہٗ قَالَ اَلاَ اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً وَّاحِدَۃً۔''

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤں؟ سو آپ نے نماز پڑھی پس آپ نے صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔''

(نسائی شریف؛ ج1 ص161)

2- ''عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اَلاَ اُخْبِرُکُمْ بِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فَقَامَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ثُمَّ لَمْ یُعِدْ۔''

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی خبر دوں؟ سو کھڑے ہوئے پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا پھر دوبارہ نہ کیا۔''

(نسائی شریف؛ ص158 ج1)

3- ''عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اَلَّا اُرِیْکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص236)

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ دکھاؤں؟ پس آپ نے رفع یدین نہ کیا مگر ایک ہی مرتبہ۔''

4- ''عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ لاَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَلاَ یَعُوْدُ لِشَیْءٍ مِّنْ ذَالِکَ۔''

(مصنف عبدالرزاق؛ ج2 ص71)

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع یدین نہ کرتے تھے مگر نماز شروع کرتے وقت اور دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔'' ہماری یہ دلیل لا الہ الا اللہ کی طرح ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اسی طرح نہیں رفع یدین کرتے تھے مگر شروع میں پس سوائے شروع والے رفع یدین کے باقی رکوع وسجود والے رفع یدین کی نفی ہوگئی۔

5- براء بن عازبؓ سے روایت ہے: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تکبیر کہتے تو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔‘‘

6- جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے: ’’جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے یعنی نماز با جماعت تو ہم سلام کے وقت دونوں طرف ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ’’تم کیوں اشارہ کرتے ہو؟ گویا کہ یہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔‘‘

(مسلم شریف؛ ج1 ص181)

پس جیسے قرآن نے ماں باپ کو اُف کہنے سے منع کیا تو گالی دینا اور جوتے مارنا بطریق اولی منع ہے اسی طرح جب نماز کے بالکل اخیر میں سلام کے وقت رفع یدین کرنا منع ہے تو نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یدین بطریق اولی منع ہوگا۔

7- جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکل کر آئے اور صحابہ کرامؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا (صحابہ کرام کی یہ انفرادی نماز تھی) تو فرمایا: ’’کیا وجہ ہے میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں گویا کہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ نماز میں سکون کرو۔‘‘

(مسلم شریف ج1 ص181)

8- ’’كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ.‘‘

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص267)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے تمام شاگرد رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

9- ’’عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ.‘‘

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص268)

مجاہد تابعیؒ فرماتے ہیں: ’’میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو نہیں دیکھا کہ وہ رفع یدین کرتے ہوں مگر نماز کے شروع میں۔‘‘

10- ’’عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كَاَنِّيْ بِقَوْمٍ يَاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ۔‘‘

(الجامع ال صحیح مسند الامام الربیع ؛ج1 ص45)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''گویا میں ایک قوم دیکھ رہا ہوں جو میرے بعد آئے گی نماز میں اس طرح رفع یدین کرے گی گویا کہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔'' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ رفع یدین کو ہی کل دین سمجھ لیں گے اور رفع یدین کی آڑ میں خود گمراہ ہونگے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ خود بدعقیدہ ہوں گے اور دوسروں کو بد عقیدہ بنائیں گے اس کا مصداق امام شافعی واحمد نہیں کہ وہ صحیح العقیدہ لوگ ہیں عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ''کہ جب ہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھے تو نماز کے شروع میں اور نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو نماز کے اندر رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع والا رفع یدین کرتے رہے۔''

(اخبار الفقہاء والمحد ثین؛ص214)

فائدہ: چونکہ تکبیر تحریمہ، قنوت، عیدین والے رفع یدین کے ساتھ یعنی اللہ اکبر کہا جاتا ہے اس لیے وہ باقی رکھا گیا اور جو رفع یدین ذکر سے خالی تھے ان کو سرکش گھوڑوں کی دمیں فرما کر منع کر دیا گیا ہے اور یاد رہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ذکر اللہ نہیں بلکہ کلام الناس ہے اسی لیے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

غیر مقلدین کا دعویٰ اور عمل:

1- غیر مقلدین چار رکعت نماز میں 10 جگہ رفع یدین کرتے ہیں پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں ہر چار رکوع سے پہلے اور بعد۔

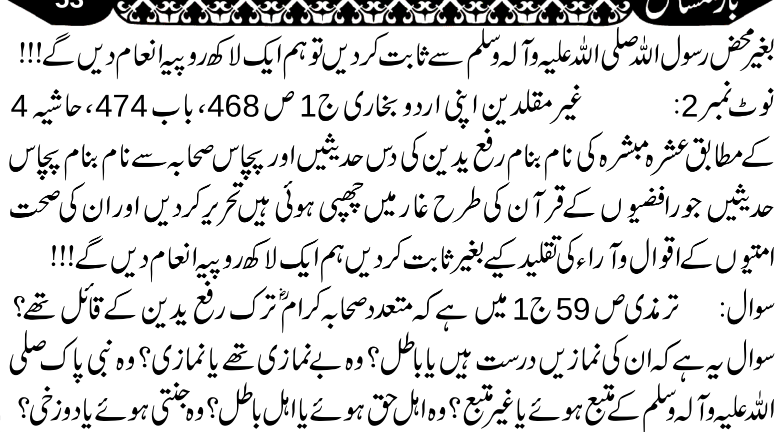
2- اٹھارہ (18) جگہ رفع یدین نہیں کرتے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں 8 سجدوں میں سے ہر سجدہ سے پہلے اور بعد۔

3- دس (10) جگہ رفع یدین فرض ہے اور اٹھارہ (18) جگہ رفع یدین منع ہے۔

4- غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخیر زندگی تک ہمیشہ یہ عمل کرتے رہے یعنی دس (10) جگہ رفع یدین کرنا اٹھارہ (18) جگہ نہ کرنا۔

5- رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے۔

نوٹ نمبر1: اگر غیر مقلدین اپنا یہ عمل و دعویٰ ایک قولی اور ایک فعلی صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث سے ثابت کر دیں اور حدیث کی صحت بھی امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے



بغیر محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

نوٹ نمبر 2: غیر مقلدین اپنی اردو بخاری ج1 ص 468، باب 474، حاشیہ 4 کے مطابق عشرہ مبشرہ کی نام بنام رفع یدین کی دس حدیثیں اور پچاس صحابہ سے نام بنام پچاس حدیثیں جو رافضیوں کے قرآن کی طرح غار میں چھپی ہوئی ہیں تحریر کر دیں اور ان کی صحت امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!

سوال: ترمذی ص 59 ج1 میں ہے کہ متعدد صحابہ کرامؓ ترک رفع یدین کے قائل تھے؟ سوال یہ ہے کہ ان کی نمازیں درست ہیں یا باطل؟ وہ بے نمازی تھے یا نمازی؟ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبع ہوئے یا غیر متبع؟ وہ اہل حق ہوئے یا اہل باطل؟ وہ جنتی ہوئے یا دوزخی؟





سجدہ میں جانے کا طریقہ

سوال: سجدہ میں جانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب: سجدہ کی طرف جانے کے متعلق دو حدیثیں ہیں:

1- زمین پر پہلے گھٹنے رکھے جائیں، چنانچہ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے (زمین پر) ہاتھوں سے پہلے رکھتے۔''

(ابوداؤد ج1 ص122، ترمذی ج1 ص36، نسائی ج1 ص165)

2- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھے اور اونٹ کی طرح پہلے اپنے گھٹنے نہ رکھے۔''

(نسائی؛ ج1 ص165)

چونکہ دونوں قسم کی حدیثوں میں تعارض ہے اس مسئلہ کے حل کے لیے آثار صحابہ کو بنیاد بنایا گیا ان کو بنیاد بنا کر امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ کو یوں حل فرمایا کہ پہلے زمین پر گھٹنے رکھنا سنت ہے البتہ اگر کسی کو مجبوری ہو تو وہ اس کے برعکس پہلے ہاتھ بھی زمین پر رکھ سکتا ہے جیسا کہ دوسری قسم کی حدیث میں ہے یا یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ہم گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے تھے پھر ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھا کریں۔

(صحیح ابن خزیمہ)

آثار صحابہؓ:

1- ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے: ''حضرت عمرؓ اپنے گھٹنے ہاتھ سے پہلے رکھتے تھے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص294)

2- حضرت اسود تابعیؒ سے روایت ہے: ''حضرت عمرؓ سجدہ کرتے اپنے گھٹنوں پر۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص294)

3- حضرت نافعؒ سے روایت ہے: ''حضرت ابن عمرؓ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص295)

4- ابو اسحاقؒ سے روایت ہے: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد جب سجدہ کی طرف جاتے ان کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے گرتے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ)

5- حضرت ابراہیم نخعیؒ سے پوچھا گیا اس آدمی کے متعلق جو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتا ہے تو فرمایا: ''ایسا وہی کرتا ہے جو پاگل ہو۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج1 ص295)

نوٹ: چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے دینی مسائل میں قیاس و رائے چلانا شیطان کا کام ہے اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ شرک و شیطانیت سے بچتے ہوئے صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث سے ہر دو حدیثوں کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح فیصلہ پیش کریں اور اس حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کریں اور ایک لاکھ روپے کا انعام حاصل کریں۔

☆☆☆



جلسہ استراحت سنت یا نہیں ؟

سوال: پہلی اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اٹھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جائیں بیٹھیں نہیں۔احادیث ملاحظہ فرمائیں!!!

1- حضرت ابوحمید الساعدیؓ کی حدیث میں ہے:''پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں۔''

(ابوداؤد؛ج1ص107)

2- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:''نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں (سجدہ سے) اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔''امام ترمذی فرماتے ہیں:''اہل علم کا عمل حضرت ابوہریرہ کی حدیث پر ہے وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آدمی (سجدہ سے دوسری اور تیسری رکعت کی طرف) اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو۔''

(ترمذی؛ج651)

3- حضرت ابو مالک الاشعریؓ نے اپنی قوم کو نماز سکھائی اس میں ہے:''آپ نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔''

(مسند احمد ج5ص343)

4- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز سکھائی اس میں فرمایا پھر تو اطمینان سے سجدہ کر! پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جا۔''

(بخاری؛ج2ص986)

5- جلیل القدر تابعی حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں:''حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نماز میں (سجدہ سے) اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ج1ص394)

6- عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں:''میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بغور دیکھا میں نے دیکھا کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے ہیں اور بیٹھتے نہیں۔''

(معجم طبرانی کبیر؛ ج 9 ص 266، سنن کبری بیہقی؛ ج 2 ص 125)

7- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب دوسرا سجدہ کر لیتے تو اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج 1 ص 394)

8: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز میں (سجدہ سے) اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج 1 ص 394)

9: امام اعمشؒ کہتے ہیں: ''میں نے عمارہ بن عمیر کو ابواب کندہ کی جانب نماز پڑھتے دیکھا سو میں دیکھا کہ آپ نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا جب آپ دوسرے سجدے سے اٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہوئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا مجھ سے عبدالرحمٰن بن زید نے حدیث ابراہیم نخعیؒ سے بیان کی انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپننے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں امام اعمش کہتے ہیں میں یہ حدیث بیان کی ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے امام اعمش کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث خثیمہ بن عبدالرحمان سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے امام اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث محمد عبداللہ ثقفی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمان بن ابی لیلی کو دیکھا ہے کہ وہ ابھی اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں امام اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عطیہ عوفیؒ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابو سعید خدری کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

(سنن کبری بیہقی؛ ج 1 ص 125)

10: حضرت نعمان بن ابی عیاشؒ فرماتے ہیں میں نے نبی پاک ﷺ کے بے شمار صحابہ کرام کو پایا ہے کہ جب وہ دوسری اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اُٹھاتے تھے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور بیٹھتے نہیں تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ ج 1 ص 395)

11: احادیث کے جامع اول امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو وہ

ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا اور بیٹھتا نہیں تھا۔

فائدہ: اس کے برعکس بعض روایات میں دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے پھر کھڑے ہونے کا ذکر بھی آتا ہے چنانچہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے نبی پاک ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھائی پس انہوں نے پہلی رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا تو پہلے بیٹھ گئے پھر کھڑے ہوئے (ابوداؤد؛ ج1 ص122) حضرت مالک بن الحویرث کی ایک اور روایت میں ہے انہوں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ طاق رکعت (پہلی اور تیسری) میں بیٹھے پھر کھڑے ہوئے (ابوداؤد ؛ج1 ص122، ترمذی ج1 ص64، بخاری ج1 ص 113) چونکہ پہلی قسم کی روایات اور دوسری قسم کی روایات میں تعارض ہے لہذا یہ مسئلہ اجتہادی بن گیا سو اس مسئلہ کے حل میں ہم نے اپنے امام مجتہد امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اجتہاد پر اعتماد کیا ہے اور ان کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ دوسرے سجدہ سے سر اُٹھا کر سیدھا دوسری اور چوتھی رکعت کی طرف کھڑا ہو جانا سنت ہے البتہ مجبوری اور عذر ہو تو پھر پہلے بیٹھ کر کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ دوسری قسم کی روایات میں ہے چنانچہ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بوڑھے، بیمار متبدن لوگ ایسا ہی کرتے ہیں نبی پاک ﷺ کا بیٹھ کر پھر اٹھنا اس زمانہ پر محمول ہے جب آپ متبدن ہو گئے تھے اور ضعف بھی آ گیا اس وقت آپ کا طریقہ اس عذر کی وجہ سے پہلے والے مسنون طریقہ سے مختلف ہو گیا تھا اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت معاویہؓ سے وہ ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے رکوع، سجود میں سبقت نہ کیا کرو۔

''انی قد بدنت'' کیونکہ میں بھاری بدن والا ہو گیا ہوں نیز بخاری ج1 ص113 پر حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے بقول ابی قلابہؒ حضرت مالک بن الحویرث نے نماز رسول اللہ ﷺ پڑھ کر دکھائی تو اس میں وہ سجدہ سے اٹھ کر تھوڑی دیر بیٹھے پس انہوں نے نماز پڑھی ہمارے بوڑھے عمرو بن سلمہؒ کی طرح حضرت ابو ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں عمرو بن سلمہؒ نماز میں ایک ایسی چیز کرتے کہ میں نے دوسرے حضرات کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا وہ تیسری رکعت کے اخیر میں یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے پس آپ ﷺ کا یہ بیٹھنا بوجہ عذر تھا نہ بطور سنت و شرعی حکم اور حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اسی نماز کا نقشہ پیش کیا

نوٹ: اس مسئلہ میں احادیث متضاد ہیں چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک اور دین میں رائے و قیاس شیطانی فعل ہے اس لیے وہ اس شرک اور شیطنت سے بچتے ہوئے صرف اور صرف ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث پیش کریں جس میں ان

روایات کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح فیصلہ ہو اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

خالد گرجاکھی صاحب کا جھوٹ:

غیر مقلدین کے عالم جناب خالد گرجاکھی صاحب نے لکھا ہے: ''بعض لوگ جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں حالانکہ یہ سنت ثابتہ ہے، فقہ حنفی میں اس کا سنت ہونا موجود ہے۔''

(ہدایہ ج1 ص 383، صلوۃ النبی ﷺ ص 174)

اگر غیر مقلدین ہدایہ میں جلسہ استراحت کا سنت ثابتہ ہونا دکھا دیں اور ہدایہ کی عربی عبارت تحریر کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ لوگو! کب تک قرآن وحدیث کے نام پر دھوکہ کھاتے رہو گے؟

☆☆☆



سجدہ میں زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنا سنت ھے

سوال: سجدہ سے اٹھتے وقت ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک لگانا کیسا ہے؟

جواب: بغیر ٹیک لگائے اٹھنا سنت ہے، ٹیک لگا کر اٹھنا خلاف سنت ہے۔ ثبوت یہ ہے!!!

1- حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں: ''انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک لگانے سے منع فرمایا ہے۔''

(ابوداؤد؛ ج1 ص142)

2- حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔''

(ابوداؤد ج1 ص122، ترمذی ج1 ص32، نسائی ج1 ص165)

3- حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے: ''نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اٹھے تو اٹھے اپنے گھٹنوں کے بل پر اور اپنی رانوں پر سہارا لیا۔''

(ابوداؤد؛ ج1 ص122)

فائدہ: بعض حدیثوں سے زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے۔ کَیْفَ یَعْتَمِدُ عَلَی الْاَرْضِ اِذَاقَامَ مِنَ الرَّکْعَۃِ یعنی اس بات کا بیان کہ جب نمازی رکعت سے کھڑا ہوگا تو کیسے زمین پر ٹیک لگائے گا اور آگے حدیث نقل کی کہ حضرت ابوقلابہؒ کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ ہماری اس مسجد میں آئے پس ہمیں نماز پڑھائی پھر فرمایا: ''میں نے تمہیں نماز پڑھائی ہے لیکن میرا مقصود نماز نہیں بلکہ یہ مقصود تھا کہ میں نے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ویسے تمہیں دکھاؤں۔''

ایوب سختیانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوقلابہؒ سے پوچھا: ''ان کی نماز کیسے تھی؟ ابوقلابہؒ نے کہا: ''ہمارے اس بوڑھے عمرو بن سلمہؓ کی نماز کی مانند۔'' حضرت ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں: ''یہ شیخ جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر سہارا لگا کر پھر کھڑے ہوتے جب دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہوا تو اب آثار صحابہ و تابعین سے

رہنمائی لی جائے گی اوران آ ثار کی روشنی میں ان احادیث کی تشریح وتوضیح کی جائے گی۔

چندآ ثار یہ ہیں:

1- حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ جب آدمی پہلی دو رکعتوں میں کھڑا ہوتو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک نہ لگائے مگر یہ کہ کوئی بہت بوڑھا ہو جو طاقت نہیں رکھتا۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ؛ص 432)

2- محمد بن سیرینؒ (سجدہ سے اٹھتے وقت) ٹیک لگانے کو ناپسند کرتے تھے۔

3- ابراہیم نخعیؒ اس کو مکروہ سمجھتے مگر یہ کہ بہت بوڑھا یا مریض ہو۔ان آثار سے مسئلہ حل ہوگیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ زمین پر ٹیک لگائے بغیر کھڑا ہو جائے۔البتہ اگر مجبوری ہو مثلاً: ''بیمار، بوڑھا، بھاری بدن کا آدمی، جس کو بغیر ٹیک لگانے کے کھڑے ہونے میں مشقت ہوتو ایسے لوگ ٹیک لگا سکتے ہیں۔''

نوٹ: دونوں قسم کی روایات میں تعارض وتضاد ہے چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتی کی تقلید شرک اور بغیر وحی کے پیغمبر کی بات بھی ان کے نزدیک حجت نہیں تو کسی امتی کی رائے کیا حیثیت رکھتی ہے اس لیے وہ ان متضاد روایات کا فیصلہ اور اس مسئلہ کا حل حدیث صحیح، صریح، مرفوع اور متصل میں دکھا دیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے!!!



التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ

سوال: التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب: درمیان والا قعدہ ہو یا آخری۔ دونوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا۔ ثبوت یہ ہیں:

1- حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ''میں مدینہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا۔ سو جب آپ تشہد کے لئے بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھا۔'' امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

(ترمذی؛ ج1 ص65)

2- حضرت عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز سنت میں سے ہے کہ (تشہد میں) دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔

(سنن نسائی؛ ج1 ص130)

3- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا بایاں پاؤں بچھاتے تھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔''

(مسلم؛ ج1 ص194)

4- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (التحیات میں) اکڑوں بیٹھنے سے اور تورک (یعنی دونوں پاؤں یا ایک پاؤں بائیں طرف نکال کر کولہے پر بیٹھنے) سے منع فرمایا۔

(سنن کبری بیہقی؛ ج2 ص120)

5- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (التحیات) میں اکڑوں بیٹھنے سے اور تورک (یعنی دونوں پاؤں یا ایک پاؤں یا دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولہے پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

(مجمع الزوائد؛ ج2 ص86)

6- حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکڑوں بیٹھنے اور

تورک کرنے سے منع فرمایا۔

(ص86ج2)

فائدہ: بخاری ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ حضرت اب حمید الساعدیؓ کی روایت ہے اس میں التحیات کے اندر بحالت تورک بیٹھنا ثابت ہے جس پر دس صحابہ کرامؓ نے شہادت دی۔ چونکہ التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت کے بارہ میں احادیث متعارض ہیں اس لیے ان احادیث کو اور اس مسئلہ کو آثار صحابہ و تابعین کی رہنمائی میں حل کیا جائے گا۔

چند آثار صحابہؓ یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ''نماز کی سنت یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو بچھائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ:ص318)

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: ''سنت یہ ہے کہ آپ نماز میں اپنی دنوں سرینوں کو اپنی ایڑیوں پر رکھ لیں۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ:ص319)

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں: ''التحیات میں اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کہ اس سے تیری نماز درست اور کمر سیدھی رہے گی۔'' معلوم ہوا کہ التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہی ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے اور بائیں پاؤں کو بچھا دیا جائے اور تورک والی روایات حالت عذر پر محمول ہیں۔ ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عذر کی وجہ سے اس طرح بیٹھے ہوں اور ظاہر ہے کہ مجبوری اور عذر کی حالت میں کوئی طریقہ متعین نہیں رہتا نمازی کے لئے جس طرح عذر کی حالت میں بیٹھنا ممکن ہو وہ اسی طرح بیٹھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق بخاری ج1 ص114 پر ہے کہ ان کو ان کے فرزند عبداللہ نے دیکھا کہ وہ نماز میں چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں تو عبداللہ کہتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر میں بھی اسی طرح بیٹھ گیا اور اس وقت میں نوعمر تھا پس میرے والد عبداللہ بن عمرؓ نے منع فرمایا اور فرمایا

''اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلٰوۃِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَکَ الْیُمْنٰی وَ تُثْنِّی الْیُسْرٰی''

(بیٹا) صرف اور صرف سنت یہ ہے کہ تو اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھ اور بائیں پاؤں کو موڑ کر رکھ۔ میں نے کہا: ''(ابا جی) آپ تو چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں۔'' حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے یعنی یہ عذر کی وجہ سے ہے۔''

نوٹ: ہم غیر مقلدین سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہر سہ اصولوں کی پابندی کرتے

ہوئے صرف اور صرف ایک صحیح، صریح، مرفوع اور متصل حدیث میں ان متعارض احادیث اور اس مسئلہ کے بارے میں صراحتاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ دکھائیں اور ایک لاکھ روپیہ انعام پائیں ورنہ حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، سب مقلدین کو مشرک اور دوزخی کہنے کی بدزبانی سے باز آجائیں۔

غیر مقلدین کی صحبت کا انجام:

غیر مقلدین کا ایک گروہ حج جہاز پر سوار ہوا، اسی روز انہوں نے نماز مغرب کی جماعت کا انتظام کیا۔ میں (حبیب الرحمٰن شروانی) بھی جماعت میں شریک ہوگیا اس کے بعد بارش اور ہوا کا سلسلہ شروع ہوا عشاء کی نماز ان لوگوں نے میرے کمرے میں آکر جماعت کے ساتھ پڑھی اس وجہ سے اتفاقاً ان کی جماعت میں پھر دوبارہ شرکت ہوگئی صبح کو اس کا اثر قلب پر سخت ہوا۔ میں اس انقباض (قساوت قلبی اور قلبی غفلت) کی کیفیت سے گھبرا گیا جذب القلوب (جو تصوف اور روحانیت کے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے) کے مطالعہ سے قلب میں رقت پیدا ہوئی اور اس کے اثر سے یہ کیفیت رفع ہوئی۔ پھر نماز ان کے ساتھ نہیں پڑھی۔

(سفرنامہ حج نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی ص 13)

عبرت: جو لوگ غیر مقلدین کے ساتھ دوستی یا تعلق رکھتے ہیں ان کی صحبت ومجلس میں رہتے ہیں ان کی مساجد میں نماز پڑھتے ہیں وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔

تمت بالخیر

